جنوری فروری مارچ 2023
جمادی الآخر رجب شعبان 1444ھ

وجدان گروپ کے زیر اہتمام شائع ہونے والا
علمی، ادبی، تحقیقی وفکر وعمل کا بے باک ترجمان

سہ ماہی

میراوجدان

اسلام پور

مدیران

محسن دیناج پوری ◆ مشتاق نوری

Rs. 50/-

تقسیم کار: وجدان نیشنل اسکول اسلام پور
تحریک سیمانچل کے اہل قلم اتر دیناج پور

وجدان گروپ کے زیر اہتمام شائع ہونے والا

علمی، ادبی، تحقیقی وفکروعمل کا بے باک ترجمان

جنوری فروری مارچ 2023 ● جمادی الآخر رجب شعبان 1444ھ

سہ ماہی میرا وجدان اسلام پور

● جلد(1) ● شمارہ(1) ● فی شمارہ 50 روپے ● سالانہ 200 روپے ● خصوصی ممبرشپ 500 روپے

نوٹ: کسی بھی طرح کی عدالتی کاروائی صرف صوبہ مغربی بنگال کے شہر اسلام پور کی عدالت میں ہوسکے گی۔ (ادارہ)

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

وجدان نیشنل اسکول گلاب پاڑہ بازار، پوسٹ عمل جھاڑی، تھانہ اسلام پور، ضلع اتر دیناج پور، مغربی بنگال۔

رابطہ نمبر: 8374786880/ 7739886269

● نوٹ: مضمون نگار کی رائے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

نوائے قلم

نوائے دل

یہ بھی رسالہ ہذا کا مستقل کالم ہے جس میں صرف حمد ونعت ہی پیش کی جائے گی۔ دوسری صنف سخن کی گنجائش نہیں ہے۔ (ادارہ)

مناجات

قدسی لے بوسۂ قلم مولی
کر سکوں حمد جو رقم مولی
حاضری کے لئے ہے دل مضطر
کھول دے اب در حرم مولی

دے دے مجھکو بھی دولت تقوی
میں بھی ہو جاؤں محترم مولی
دونوں عالم میں اک سوا تیرے
کون ہے اور ذو الکرم مولی

سب خطائیں معاف کر دے تو
التجا ہے بہ چشم نم مولی
ہوگئے شادماں جہاں میں پھر
کر کے اعدائے دیں ستم مو لی

سر بسجدہ ہیں تیرے سب بندے
ہے یہ کتنا بڑا کرم مولی
بارہا دے فنائے نوریؔ کو
فضل آغوش ملتزم مولی

مفتی ذاکر حسین نوری فناء القادری مصباحی
جامعہ طیبۃ الرضا حیدرآباد
رابطہ نمبر:9391321727

مناجات

جس میں ہے خوشی تیری وہ باب عطا کردے
جینے کے مرے مولی اسباب عطا کردے
یارب مری غربت پر ہنستی ہے بہت دنیا
بس خطہ مجھے کوئی شاداب عطا کردے

یہ بزم ثنا میں نے محنت سے سجائی ہے
اب حمد کو بس تیری احباب عطا کردے
پھر نعت نئی لکھنی ہے ان کی محبت میں
یارب تو مجھے فکرِ نایاب عطا کردے

ہروقت بجالاؤں میں حکم ترا یارب
مجھ کو بھی محبت کے آداب عطا کردے
مکہ میں مروں جاکر مدفن بنے طیبہ میں
یارب تو حقیقت میں یہ خواب عطا کردے

بڑھتی ہوئی مہنگائی اور جیب بھی ہےخالی
جینے کے مرے مولی اسباب عطا کردے
اسفار مدینہ دے محسنؔ کے مقدر میں
یہ جاتا رہے طیبہ وہ تاب عطا کردے

محسن دیناج پوری
ڈائیرکٹر: وجدان نیشنل اسکول
گلاب پاڑہ بازار اسلام پور بنگال
رابطہ نمبر: 8374786880

حمد باری تعالیٰ

عدو کے دل میں وہ دہشت اتار دیتا ہے
علی کے ہاتھ میں جب ذوالفقار دیتا ہے
وہ مال و زر ہی نہیں اقتدار دیتا ہے
وہ دینا چاہے جسے بے شمار دیتا ہے

خدا وہی ہے جو بے چینیوں کے عالم میں
سکون دیتا ہے دل کو قرار دیتا ہے
نکلتا گھر سے ہوں جب نام لیکے میں
اسکا وہ دشت وصحرا سے مجھ کو گزار دیتا ہے

پرندہ ہو کہ وہ حیوان ہو کہ انساں ہو
سبھی کو رزق تو پروردگار دیتا ہے
میں کس سے مانگوں مجھے دیگا کون اس کے
سوا خدا ہی عزوشرف اور وقار دیتا ہے

نہیں ہے اس کے سوا اور کوئی بھی معبود
گواہی اسکا ہراک پل نثآر دیتا ہے

نثاردیناج پوری
صدرانجمن فروغ علم وادب اتردیناج پور
رابطہ نمبر: 9564116783

حمد باری تعالیٰ

تخلیق لفظ کن سے کی جس نے یہ کائنات
بس لائقِ ثنا ہے وہی ایک پاک ذات

واقف ہے دل کے بھید سے مولی سبھی کے
تو مخفی نہیں ہے تجھ سے کوئی راز کوئی بات

ربِ کریم بخش دے توفیق تو مجھے
کرتا رہوں میں حمدُ وثنا تیری تاحیات

پتہ بھی ہل سکے نہ ترے حکم کے بغیر
زندہ بھلا وہ کیا رہے جس کو تو دے ممات

مولی پکڑ تو کرتا ہے گر چہ گناہ کی
دیتا ہے مشکلوں سے بھی لیکن تو ہی نجات

میری بساط کیا کہ لکھوں تیری میں ثنا
بیٹھا ہوں پھر بھی لیکے میں کاغذ قلم دوا ت

بھٹکا ہوا ہے راہ سے انجمؔ ترا مگر
قائم ابھی تلک ہے تری چشمِ التفات

خورشیدانجم پورنوی
پورنیہ بہار
رابطہ نمبر:7481940747 / 9730142601

نعت شہہ دیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اپنی امت سے نہیں دین کے سلطان الگ
اس پہ ایماں ہے مرا، اور ہے ایقان الگ
لے کے جو جائیں گے اک روز مجھے شہر نبی
قلب میں پلتے ہیں میرے بھی وہ ارمان الگ

آپ کے آنے سے اے ماہ مبیں، نور بشر
ذرے ذرے کو ملا طیبہ کے، سمان الگ
مظہر حق اے مرے شاہ ترا غم مجھ کو
رنج و کلفت سے رکھا کرتا ہے ہر آن الگ

کی دوعالم کی عطا رب نے، عدالت ان کو
عدل میں رکھتے ہیں محبوب خدا شان الگ
عرش پر کیسے گیے، فرش سے، لمحے میں حضور
دیکھتی رہ گئی دنیا، ہوئی حیران الگ

امت فخر دوعالم میں ہوئے ہم پیدا
رب اکبر نے کیا ہم پہ یہ احسان الگ
ہم کبھی پیٹھ پہ خنجر نہیں مارا کرتے
ہم غلامان محمد کی ہے پہچان الگ

در پہ بلوا کے وہ اعزاز عطا کرتے ہیں
چاہتے جس کو بھی ہیں نائب رحمان الگ
دونوں عالم میں خسارہ ہی خسارہ ہوگا
ہو کے سرکار مدینہ سے اے انسان الگ

میرا ایمان یہ کہتا ہے، خدا سے اپنے
ایک لمحہ بھی نہیں نبیوں کے سلطان الگ
جس میں جبریل بھی آتے ہیں اجازت لے کر
فرش پر ہے وہ فقط آپ کا ایوان الگ

مجھ سے عاصی کو جہنم سے فقط تیرے سوا
کون کر سکتا ہے اے صاحب قرآن الگ
ان کی چوکھٹ سے ترے گھر کو ہے نسبت نازاںؔ!
اس لیے رہتا ہے گھر سے ترے طوفان الگ

نتیجۂ فکر:
صدام حسین نازاں، پورنوی پورنیہ بہار
رابطہ نمبر:9065277474

نعت پاک

جس کو رسول پاک سے عشق و وفا نہیں
اس شخص سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں

تشبیہ دینا چاند سے بالکل روا نہیں
کوئی بھی شئی مثالِ رخِ مصطفیٰ نہیں

جس دل میں موجزن نہ ہو الفت رسول کی
اس دل کو ساتھ رکھ کے کوئی فائدہ نہیں

ارض و سما ہوں عرش ہو کرسی کہ لامکاں
محبوبِ کبریا کا کہاں تذکرہ نہیں؟

ایک اور سجدہ پیش کر ایماں کی جان کو
اے شوقِ دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں

رتبہ بلند خوب ہے ہر اک رسول کا
لیکن کسی کا ان سے بڑا مرتبہ نہیں

فوزِ مبیں وہ نورؔ نہیں پائے گا کبھی
سر جس کا حکمِ شاہِ زمن پر جھکا نہیں

محمد مدبر عالم نور جامعی دیناجپوری
نیاباڑی ڈیمٹھی اسلام پور اتر دیناج پور بنگال
رابطہ نمبر 8546030102

نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

باب کرم صبح و مسا شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ
عشاق کی خاطر کھلا، شمس الضحیٰ بدر الدجی

مظلوم ہوں، مغموم ہوں ، دکھ درد کا مفہوم ہوں
سر سے ہٹا غم کی گھٹا، شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ

تیری چمک، تیری دمک، قربان ہیں حورو ملک
تجھ سے جہاں روشن ہوا ، شمس الضحیٰ بدر الدجی

محبوب رب" کن کا سبب، جان عجم شان عرب
کیا خوب ہے رتبہ ترا، شمس الضحیٰ بدرالدجی

آتش کدوں کا دور تھا، موسم بڑا گھن گھورتھا
رب کا پتہ تجھ سے ملا، شمس الضحیٰ، بدر الدجی

مخلوق میں اعلی ہے تو ، خالق کو بھی پیارا ہے تو
بیشک ہے تو خیر الوری شمس الضحیٰ بدر الدجی

شیریں زباں، احسن بیاں، ارشاد ہے بالکل عیاں
قرآن ہے قول آپ کا، شمس الضحیٰ بدرالدجیٰ

کرنی ہے مجھ کو بھی رقم تیری ثنائے محترم
فکرِ سعیدیؔ میں تو آ شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ

از: فیروز رضا سعیدی کشن گنج بہار
رابطہ 9353233428

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہر گام اُس سے رحمتِ مولی قریب ہے
سینے سے جس کے الفتِ آقا قریب ہے
چین و سکوں کا راستہ خاصا قریب ہے
گر تار اُن کے عشق سے دل کا قریب ہے

لا ترفعوا کا پاس رہے زائرِ حرم
اللہ کے حبیب کا روضہ قریب ہے
لیجے خبر حضور قیامت میں پیشِ حق
کھلنے کو حال آپ کے بد کا قریب ہے

آبِ کرم ہے اُن کا سرِ حشر جوش پر
پیاسوں پہ بحرِ جود کا بہنا قریب ہے
جو اُن سے پھر گیا وہ بعید اُن سے ہو گیا
اُن کے لیے جو زیست میں تڑپا! قریب ہے

روزِ جزا ہے اب تو کدھر منہ چھپائے گا
منکر نبی کے فیصلہ تیرا قریب ہے
شرعِ نبی ہے راہ جناں کی اسی پہ چل
پھیرے جو اِس سے جان لے خطرہ قریب ہے

ہوتا رہے گا روز فزوں ذکرِ مصطفی
اعدا کا ان کے دہر سے مٹنا قریب ہے
آزادِ قیدِ رنج ہیں ہم اِس کے فضل سے
گردن سے عشقِ شاہ کا ڈورا قریب ہے

رکھنا ہے دل سے دور سدا عشقِ عیش گھر
دل سے نبی کے عشق کو رکھنا قریب ہے!
قربان جاؤں اُن کے رضاؔ جو بھی اُن کا ہے
بندہ وہ! رب کے فضل سے ہرجا قریب ہے

سید رضا علی اورنگ آباد مہاراشٹرا
رابطہ نمبر 8830166406

سہ ماہی وجدان اسلام پور ایک نظر میں

نوائے دل: یہ رسالے کا مستقل کالم ہے جس میں صرف حمد ونعت ہی پیش کی جائے گی دوسری صنف سخن کی گنجائش نہیں ہے اور حمد ونعت سے ہی رسالے کا آغاز ہوگا تا کہ سب سے پہلے اپنے خدا اور سول ﷺ کی تعریف سے خیر وبرکت حاصل ہو۔

نوائے ادارہ: ادارتی کالم ہے جس میں مدیران حضرات کے اداریے ہوں گے جو قارئین سے ”من کی بات“ کریں گے۔

نوائے اسلام: قارئین! آپ حضرات نوٹ کرلیں کہ ”نوائے اسلام“ سہ ماہی میرا وجدان کا ایک ادارتی مستقل کالم ہے جس میں اسلامیات و دینیات سے متعلق ہی مضامین شائع کئے جائیں گے۔اس کالم کے لئے ارباب قرطاس وقلم کوادارے کی طرف سے عناوین دیئے جائیں گے جوقریبی شمارے میں شامل اشاعت ہوں گے۔اس کالم کے لیے مطلوب مضامین ہی شائع ہوں گے۔عناوین ہمارے ای میل یا واٹس ایپ پر بھیج سکتے ہیں۔

نوائے سخن: رسالے کوکامیاب کرنا ہمارا مقصد ہے یہ کام قارئین کے ذوق وقدر پرمحمول کرتا ہے۔نوائے سخن میں دنیائے شعروسخن کی سنجیدہ، انقلابی وتصوفانہ غزلیں شامل اشاعت ہوں گی۔

نوائے ادب: ادب معاشرہ کا ایک اہم حصہ ہے اسی کے پیش نظر اس کالم میں افسانے، کہانی، کسی ادبی شخصیت کا تعارف، ادب سے متعلق جتنے مضامین ہوں گے شائع کئے جائیں گے۔

نوائے اطفال: ادب اطفال پر اچھا خاصہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ادبا وشعرا سے گزارش ہے کہ نوائے اطفال کالم کے لئے اپنے مضامین، نظمیں، کہانیاں، بچوں سے باتیں، ہنسی کی محفل، تربیت واخلاقیات وشخصیت سازی جیسے عناوین پر اپنی تخلیقات بھیجیں تا کہ ہمارے بچے علم دوست بنیں اور موبائل چھوڑ کر کتابوں سے دوستی کریں۔

نوائے سیاست: اس کالم میں سیاسی شعور بیدار کرنے کے لئے اور مسلم لیڈرشپ کو مہمیز کرنے اور کسی ایک پوائنٹ پر رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے سیاسی مضامین شائع کئے جائیں گے۔

نوائے تجارت: وجدان بزنس گروپ اسلام پور کے اغراض و مقاصد کی کامیابی کے لئے اور سرجاپوری برادری کوتجارت کا شوق دلانے کے لئے حلال بزنس وتجارت پر بات کی جائے گی اور کامیاب بزنس مین حضرات کا تعارف بھی پیش کیا جائے گا۔

احباب یاد رہے نوائے تجارت ہمارا ایک اہم کالم ہے اس میں ادارہ تجارتی مضامین کا استقبال کرے گا۔

نوائے منزل: اس کالم میں ہم وہی مضامین شائع کریں گے جو ہمارے طلبا وطالبات کو گائیڈ کرے، اعلی تعلیم کا راستہ دکھائے۔جیسے میٹرک یا انٹر کے بعد بی۔اے یا دیگر کورسز میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ وغیرہ میں داخلہ کیسے لے سکتے ہیں اور گائیڈ کے ساتھ اعلی تعلیم کے لئے ذوق وشوق بڑھانے کے لئے تعلیمی مضامین شامل کریں گے۔

نوائے فن شاعری: اس کالم میں ہر آنے والے شمارے میں ایک مصرع طرح جاری کیا جائے گا یعنی تحریری مشاعرہ کیا جائے گا اور شعرائے اردوادب کے اس مصرع پر حمد ونعت، غزل وہزل، دوہا، قطعات ورباعیات، مرثیہ، مثنوی، تہنیت پر جتنے کلام آئیں گے تنقید واصلاح، نقد ونظر، تبصرہ وجائزہ، بہترین انداز سے پیش کیا جائے گا تا کہ مبتدی شعرا اور شاعری سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے یہ کالم فائدہ مند ہو۔

نوائے شخصیت: یہ بھی اچھا کالم ہے جس میں نورتھ بنگال اور سیمانچل کے کامیاب لوگوں کا انٹرویو شائع کیا جائے گا۔

نوائے کتاب: اس میں کتابی دنیا کا سیر کرانے کے لئے کتابوں کا مختصر تعارف و تبصرہ پیش کیا جائے گا۔تبصرے کے لیے کتاب کی دو کاپی ادارے کوموصول ہونا لازمی ہوگا۔

عزائم: ہمارے ادارے کے عزائم بھی اعلی اور منفرد ہیں اسی لئے عزائم کالم میں ہم نئی نسل میں اونچی سوچ وفکر دیکھنا چاہتے ہیں مدارس واسکولس کے طلبا وطالبات کا انٹرویو لیکر نئی نسل میں اڑان بھرنا مقصود ہے۔

نوائے دستور: ہرانسان کو اپنے ملک کے دستور وقانون کا علم ہونا چاہئے اور اس پر عمل بھی کرنا چاہئے، اسی کے پیش نظر ہم دستور ہند اور دفعات وتعزیرات ہند سے چیدہ چیدہ مسائل پیش کریں گے۔

نوائے وقت: اس میں ملی، سماجی، دینی۔ملکی وضلعی تاریخی خیر وخبر پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

نوائے دوست: نوائے دوست کالم کو آپ احباب نوائے خطوط بھی کہہ سکتے ہیں اس کالم میں ہمارے دوست احباب قارئین ممبران اور اہلیان بزم وجدان و پاسبان اردو زبان وادب کے دوستی نامہ، خطوط، آرا وخیالات، تجاویز ومشورے، شوق سے شائع کریں گے۔

خامے کی گرفت میں: یہ بھی رسالے کا دلچسپ کالم رہے گا جس میں احباب علم ودانش کے رسالہ میں شائع مضامین پر کھل کر تنقید وتبصرہ پیش ہوگا۔

نوائے لفظ: مطالعہ کے شوقین حضرات کے لئے اور مطالعہ کا شوق بڑھانے کے لئے رسالے میں شائع تمام تخلیقات وتحریرات میں مشکل الفاظ کا معنی ومطلب اور حل لغات پیش کیا جائے گا۔

متفرقات: جو اچھے اور لائق اشاعت مضامین ہمارے کالمز کے مطابق نہ ہوں انہیں متفرقات کالم میں ڈال دیا جائے گا۔

اپیل: تمام ارباب علم وادب سے ہم گزارش کرتے ہیں کہ مذکورہ تمام کالم کے اعتبار سے اپنے تخلیقات وتحریرات، مضامین اولین فرصت میں ہمارے میل

merawijdaan0786mail.com

پر ان پیج یا ورڈ فائل میں بھیجیں۔آپ کی کاوش وخیالات کوعوام تک ہم پہنچائیں گے۔

ان شاءاللہ

☆☆☆☆☆

نوائے ادارہ

اداریہ ....

مذہبی صحافت ایک چیلنج ہے!

مشتاق نوری (مدیر سہ ماہی میراوجدان)
رابطہ نمبر:7739886269

حکیم وعلیم رب نے سورۂ قلم میں **ن والقلم وما یسطرون** جیسی آیت نازل فرما کر تحریر وتحقیق اور قرطاس وقلم کی اہمیت وضرورت پر مہر لگا دی ہے۔کیا لطف کی بات ہے کہ ایک طرف اقراٗ کی مانگ، دوسری طرف قرطاس وقلم کی قسم کھائی گئی۔ان دونوں متعلقہ آیات کے ربط وتعلق پر غور کر کے اس کی تفہیم کی توسیع کی جائے تو لازما یہ مفہوم بھی نکلے گا کہ خدا نے بندے کو اقرا کہ کر جہاں حصول علم و دانش کی پرزور دعوت دی ہے، وہیں **ن والقلم و ما یسطرون** فرما کر رب نے اہل قرطاس وقلم کا معیار بلند کر دیا ہے۔

صحافت ایک ایسا عمل ہے جس سے سماجی رجحانات ومیلانات کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔جس میں عوامی مسائل، ارباب اختیار کے احکامات مندرج ہوتے ہیں۔صحافت، صحف سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے عوام کو باخبر رکھنا۔اسی لیے رسالے کو بھی صحیفہ کہا جاتا ہے۔صحافت ایک آئینے کی طرح ہے جس میں راجا و رعایا سب کے کردار کا چہرہ دیکھا پرکھا جا سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جمہوریت کے وجود و بقا کے لیے پریس کی آزادی کو ضروری قرار دیا جاتا ہے۔صحافت کو جمہوری اقدار کا چوتھا ستون قرار دیا گیا ہے۔اکیسویں صدی کے چڑھتے سورج ساتھ پریس کا دبدبہ روز افزوں ہے۔صحافتی اقدار وروایات کے تحفظ و بقا کے بغیر کوئی بھی ملک زیادہ دیر تک کھڑا نہیں رہ سکتا۔یہ سچ ہے کہ آزاد اور بے غرض صحافت سے ہی سماجی و مذہبی ناہمواریاں مٹائی جا سکتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ صحافت کو ہمیشہ غیر جانب دار اور انصاف پسند ہونا لازم ہے۔اگر صحافت کا شعبہ کرپٹ ہو جائے تو ملک وسماج میں قید وآزادی کے مفہوم بھی بدل جاتے ہیں اور اس کے انطباق و اطلاق میں نفاذ قانون کے طریقۂ کار بھی۔

دنیا کے تقریبا دو سو ممالک میں ہر کسی کی اپنی اپنی علاقائی یا سرکاری زبان میں صحافت کو فروغ حاصل ہے۔یورپ و امریکہ کے عروج کے ساتھ ۲۰ ویں صدی کے بعد عالمی منظر نامے پر سب سے زیادہ انگلش زبان کی صحافت کو ترویج و ترقی نصیب ہوئی۔یہ زبان تبادلۂ خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنی،جس کی وجہ سے دنیا بھر کی صحافت پر انگریزی کو برتری حاصل رہی۔اردو کو کمزور کرنے کے پیچھے انگلش دوستی کا رجحان بھی ایک سبب رہا ہے۔

تاہم برصغیر ہندو پاک میں اردو صحافت کی تاریخ سنہرے حروف سے لکھی گئی ہے کیوں کہ اردو کو وہ شرف حاصل ہے کہ آزادی کی جنگ میں اس نے سب سے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔اردو صحافت کی دوسری صدی گزر چکی ہے۔مطلب اردو نے مخالفتوں کے اٹھتے طوفان، اور سازشوں کی گھٹا ٹوپ آندھیوں کے خلاف اپنا چراغی وجود بنائے رکھا ہے۔ان دو صدی میں اردو پر کیا کیا گزری۔یہ بھی ستم ہی ہے کہ اسے کمزور کرنے میں غیروں سے زیادہ اپنوں کی تساہلی، بے توجہی و مرعوبیت ذمے دار تھی۔ورنہ وہ وقار آج بھی بحال رہتا۔

یہ دنیا اکیسویں صدی کے ربع الاول کے آخری پڑاؤ پر ہے۔گوکہ الیکٹرانک میڈیا نے، پرنٹ میڈیا کی اہمیت کم کر دی ہے تاہم آج بھی پرنٹ میڈیا کا ایک بڑا حلقہ موجود ہے۔اس میڈیائی طاقت نے جنگ کے محاذ تبدیل کروا دیئے ہیں۔اس دور میں جنگیں ہتھیار واسلحے کے بغیر لڑی جا رہی ہیں۔آگے بھی جنگ کے طریقۂ کار اور نقشے تبدیل ہوتے رہیں گے۔یہ Cyber Attack اور Digital War کا دور چل رہا ہے۔اس میں جیت اسی کو ملے گی جو ان مذکورہ طریقوں سے آگاہ ہوگا۔ویسے بھی کہا جاتا ہے کہ یہ 5G war ہے یعنی اب میڈیائی طاقت کے ذریعے ہی کسی کی فتح، تو کسی کی شکست کی داستان لکھی جائے گی۔کسی کے عروج کے کسی کو زوال آمادہ ہونا پڑتا ہے یہی ہوا اردو کے ساتھ بھی۔دیش میں جہاں انگریزی، ہندی کا سکہ چلنے لگا اردو اس ریس میں پیچھے چھوٹ گئی۔اردو صحافت کے گرتے معیار اور اردو خواں طبقے کی بے توجہی کے سبب دن بدن اس کا دائرہ اثر محدود ہوتا چلا گیا۔اب جب کہ سماجی وسیاسی سطح پر اردو زبان وادب کے پر کترنے کے سارے انتظام کر لیے گئے ہیں ایسے میں خلاؤں کی کھلی فضاؤں میں اردو کے اڑان بھرنے کی امید لگانا ایک دیوانے کا ہی کام ہو سکتا ہے۔

جب جب صحافت و پریس پر بات چلتی ہے تو طرفداران صحافت، اکبر الہ آبادی کے ایک مشہور شعر کا ذکر لازما کرتے ہیں۔

کھینچو نہ کمانوں کو نہ تلوار نکالو
جب توپ مقابل ہو تو اخبار نکالو

اکبر میاں کے اس شعر سے ان کی دوراندیشی اور سیاسی سوجھ بوجھ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔جناب نے آدھی صدی قبل وہ بات کہی ہے جس بات کا سہی علم،الیکٹرانک میڈیا کا تھری جی،فور جی روپ میں تبدیل ہونے کے بعد ہوا۔اردو صحافت میں مذہبی صحافت، ہمیشہ مسائل سے دو چار رہی ہے۔یوں تو مذہبی صحافت نے اردو کو زندگی بخشی ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ مذہبی صحافت کے فروغ وارتقا میں اردو ہی ایک ایسی زبان ثابت ہوئی جسے اہل مذہب نے عربی کے بعد تقدیس کی نظروں سے دیکھا۔لیکن اس کے سبب اردو پر یہ قیامت ٹوٹی کہ غیر اسلامی حلقے نے اسے اپنا دشمن سمجھ کر پرایا بنالیا۔

بھارت میں اردو کے اسلامائیزیشن کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج بے چاری اردو ایک خاص طبقے تک بندھ کر رہ گئی ہے اسی لیے اس ڈیجیٹل دور میں بھی اسے مزید پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم نہیں ہوئی۔جب بھی اردو ادب وصحافت کا ذکر چھڑتا ہے تو کئی دابستانوں کے نام آتے ہیں۔دہلی،لکھنو،عظیم آباد،دکن۔یعنی اردو انہی کے اردگرد چکر لگاتی رہی ہے۔مگر بھارت جیسے بڑے ملک میں کچھ ایسے بھی علاقے ملتے ہیں جہاں اردو بولی لکھی پڑھی جاتی رہی ہے اور وہاں کے اہل زبان ادبا وشعرا نے اس کے ذریعہ اپنے افکار کی ترسیل بہتر ڈھنگ سے کی ہے۔دیہی علاقائی ادیبوں،شاعروں،قلمکاروں نے اردو کو ذریعۂ اظہار بنا کر سماج وقوم کی خدمت کی ہے۔آج بھی کچھ ایسے رندان لسان وبیان ہیں جو اسی زبان کی صراحی وجام سے مے نوشی کو اول جانتے ہیں۔

بطور اردو خدمت گار جن علاقوں کو شناخت حاصل ہے ان گنے چنے علاقوں میں بہار کا سیمانچل بھی وہ سرحدی مضافاتی علاقہ ہے جس نے اب بھی اردو کی آبیاری میں حتی الوسع جان لگائی ہوئی ہے۔یوں تو سیاسی ماہرین جغرافیہ نے بہار کے چار سرحدی اضلاع کو ہی سیمانچل کا نام دیا ہے مگر میرے خیال میں اس میں مزید وسعت کی گنجائش ہوتی تو سیمانچل سے ملحق بنگال کے کچھ علاقے اور نیپال کے کچھ علاقے شامل رہتے۔کشن گنج سے ملحق بنگال کے دو شہر سلی گوڑی اور اسلام پور اردو پسند حلقے کی آماجگاہ کہے جاسکتے ہیں۔خاص کر اسلام پور نے سیمانچل کے ادبا وشعرا کے کندھے سے کندھا ملا کر ہر گام پہ اردو نوازی کا حق ادا کیا ہے۔اس کے لیے اسلام پور کے اہل علم ودانش کی جتنی بھی تحسین کی جائے کم ہے۔اسلام پور کشن گنج کے بدن سے لپٹا ایک ایسا اردو آبادی والا علاقہ ہے جو بنگلہ ریاست سے ہونے کے باوجود،اس کی نشست وبرخاست میں بہاری رکھ رکھا کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔سیمانچل نے ناخواندگی کا ایک طویل ترین سفر طے کیا ہے۔سیمانچل میں علم ودانش کا چراغ جلنے میں اور اس کی روشنی پھیلنے میں کافی وقت لگا۔یہ ایک ایسا علاقہ ہے جہاں لوگ جلسہ ومیلہ سے لگاو زیادہ رکھتے ہیں۔خواص کی ایک قلیل جماعت، جسے تقریر ووعظ سے زیادہ تحریر وتحقیق پسند ہے۔یہ بڑا چیلنج ہے کہ جلسہ جلوس اور میلوں کے رسیا لوگوں کو قرطاس وقلم کی اہمیت بتانا،تحریر وتحقیق کی معنویت سمجھانا، جگالی کرتی کسی بھینس کے سامنے شری دیوی کے ناگن والے رقص پر موسیقی چھیڑ کر داد مانگنے کے مترادف ہے۔یہ کام واقعتہ بہت مشکل ہے۔

آج کے ڈیٹ میں جب ہمارے گھر کے کسی بھی بچے کو دوسطر اردو پڑھنا نہیں آتی ایسے میں اردو میں مذہبی صحافت کو تازہ دم کرنے کا بیڑا اٹھانا پانی سے چراغ جلانے کی کوشش کرنا ہے۔"سہ ماہی میراوجدان"کی اشاعت متذکرہ بالاسطور کی ترجمانی ہے۔مذہبی صحافت کو فروغ دینا جنگ چھیڑنے جیسا ہے۔مگر جب آبلہ پائی کسی کا شوق ہو، جب کسی پر صحرانوردی کا جنون سوار ہو تو یہ کام بھی بہت سہل لگنے لگتا ہے۔محترم محسن دیناج پوری اس وادئ پرخار میں آبلہ پائی کا شوق لے کر نکل پڑے ہیں۔موصوف کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ بنگال کا ہونے کے باوجود اردو سے حد درجہ محبت کرتے ہیں۔اردو کو سیمانچل کے گوشے گوشے تک پہنچانے کا خواب سجائے بیٹھے ہیں۔محسن دیناج پوری مجھ جیسے نکمے کو ساتھ لے کر قلم کی منڈی میں اردو کی مذہبی صحافت کا خیمہ لگانے نکلے ہیں اب یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ اس خیمے میں کتنے لوگ سما پائے، کتنے کو زرد صحافت کی چلچلاتی دھوپ سے سایا نصیب ہوا اور کتنوں نے ہمارے تنہا سفر کو کارواں کا روپ لینے میں مدد کی۔یہ فیصلہ اردو دوست قارئین کی صوابدید پہ چھوڑتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

قدردانو! میرے جذبات کی قدر کریں

محسن دیناج پوری

(مدیر اعلیٰ سہ ماہی میراوجدان اسلام پور)

میں ایک قلم کا سپاہی آپ سے مخاطب ہوں۔امید کرتا ہوں کہ میرے جذبات کی آپ قدر کریں گے۔ ہرمحاز پر میرا ساتھ دیں گےاور میرے ہم قدم ہوکر علاقائی شمالی بنگال وسیمانچل کے لئے مذہبی، علمی، ادبی، صحافتی، سماجی، تجارتی وسیاسی یعنی ہر میدان میں ہم سب مل کر کام کریں گے۔

اس وقت آپ کے ہاتھوں میں سہ ماہی "میراوجدان" اسلام پور موجود ہے،آپ یقیناً یہ علمی وادبی رسالہ دیکھ کرمسرت وشادمانی سے سرشار ہیں اور یہ بھی سوچ رہے ہیں کہ "سیمانچل نمبر" کہاں ہیں اور ابھی تک کیوں منظرمشہود پر جلوہ گرنہیں ہو پایا ہے؟ آخرسیمانچل نمبرآنے میں اتنی تاخیر کیوں ہورہی ہے؟

میرے تمام مخلص احباب کو بتانا چاہتا ہوں کہ "سیمانچل نمبر" کمپیوٹر ماسٹر کی لاپرواہی کی وجہ سے بکھر چکا ہے جس کو سمیٹ کر تیار کرنے میں کافی دشواری کا سامنا ہے اس لئے سیمانچل نمبر آنے میں تاخیر ہورہی ہے آپ تمام حضرات مجھ پر بھروسہ رکھیں سیمانچل نمبرضرور آئے گا جس میں کافی وقت درکار ہےاور کام بھی جاری ہے۔

میرے قریبی دوست احباب کو پتہ ہے میری اور جناب نثار دیناج پوری کی ادارت میں ششماہی وجدان اتر دیناج پور 2012 میں جاری ہوا جو چھ شمارے کے بعد 2016 میں ادارتی ٹیم کی کچھ کمی کی وجہ سے بند ہوگیا۔ پھر اسی سال 2016 اکتوبر تا دسمبر کو میری ادارت میں سہ ماہی نوائے بنگال اتر دیناج پور کا اجراعمل میں آیا مگر یہ ادبی رسالہ بھی افق دیناج پور میں زیادہ دیر تک چاند کی طرح چمک نہ سکا۔ دوشمارے کے بعد ہی حیدرآباد اور بنگال کی طویل مسافت میں بھاگ دوڑ کی نذر ہوکر رسالہ بند ہوگیا کافی دنوں تک اس کی نشات ثانیہ کا ارادہ بھی دل میں انگڑائیاں لیتا رہا۔

الحمدُللہ! آج میں حیدرآباد چھوڑ کر اپنے آبائی گاؤں میں ہوں اور وجدان نیشنل اسکول گلاب پاڑہ بازار اسلام پور جیسے علاقے میں قائم کیا ہوں اور اس نیک ارادے کے ساتھ کہ قوم وملت کے بچوں کے کام آجاؤں اور میری قوم کے بچے دینی وعصری تعلیم سے ایک چھت کے نیچے رہ کر آراستہ و پیراستہ ہوجائے اب چونکہ میں پرسکون و مطمئن ہوں اپنے گھر پر ہوں اور میرا علمی چمن "وجدان نیشنل اسکول" بھی منزل مقصود کی طرف گامزن ہے، یہی اہم وجہ ہے کہ سہ ماہی نوائے بنگال اتر دیناج پور کا نشاط ثانیہ کا خیال آیا مگر سیمانچل نمبر کا وقت پر نہ آنے کا غم بھی ہے۔ نئے عزائم نئے جوش وخروش کے ساتھ پھر سے کھڑا ہوا اور ادبی رسالہ کے لئے کئی ادبی، علمی احباب کے ساتھ رابطہ کیا صلاح ومشورے کے بعد سہ ماہی نوائے بنگال اتر دیناج پور کو بھی مکمل بند کردینے کا فیصلہ لیا گیا اور نیا نام سہ ماہی "میراوجدان اسلام پور" چنا گیا۔

"وجدان بزنس گروپ" میرا قائم کردہ 2018 کی ایک تجارتی تحریک ہے جس کے اغراض و مقاصد کئی ایک ہیں مثلاً علاقہ شمالی بنگال و سیمانچلی نوجوانوں کو تجارت وکاروبار سے جوڑنا، علاقائی چھوٹی بڑی مارکیٹ کی سروے رپورٹ تیار کرنا اور اسی سروے رپورٹ کے مطابق بزنس بیداری کانفرنس کرنا اور وجدان گروپ کے بینر تلے ہر چھوٹے بڑے کاروبار شروع کرنا یعنی وجدان کو برانڈ بنانا۔ یقیناً وجدان گروپ کے مقاصد اعلی اور منفرد و بے مثال ہیں۔اسی وجدان بزنس گروپ کے زیر اہتمام سہ ماہی میراوجدان اسلام پور لا گیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ اس مختصر وضاحت کے بعد مزید اور کچھ کہنے اور لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آخر میں آپ احباب سے دعا کی گزارش کرتا ہوں اور اپنی ٹیم کی طرف سے سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور سب کو یہ پیغام دیکر بات ختم کرتا ہوں اردو ہماری پہچان ہے، اردو ہماری تہذیب وتمدن ہے، اردو میں ہمارے دین وشریعت ہے، اردوسلامت ہے ہماری تاریخ سلامت ہے اس لئے اردوزبان کی ہم سب مل کر حفاظت کریں اور زبان اردو کے فروغ، عروج وارتقا کے لئے ساتھ دیں اور آگے بڑھیں۔

☆☆☆☆☆

نوائے اسلام

مذہبِ اسلام کے اغراض ومقاصد

طفیل احمد مصباحی
سبحان پور کٹوریہ، تھانہ عمر پور، ضلع بانکا، بہار
رابطہ: 8416960925

اس موضوع میں بڑی وسعت وجامعیت ہے۔ اگر مذہبی یا بلفظِ دیگر اسلامی تناظر میں دیکھا جائے تو انسان کی پیدائش سے لے کر اس کی موت تک، زندگی کا ایک ایک لمحہ مقصد سے عبارت ہے اور یہ مقصد ہے: اللہ کی عبادت، اسلامی احکام کی اطاعت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ دورِ حاضر کا انسان بلکہ مسلمان مقصدِ زندگی کے تعین کے سلسلے میں کج فہمی کا شکار ہیں اور انہیں اس امر کا احساس بھی نہیں ہے کہ وہ مقصدِ زندگی سے کس قدر دور جا چکے ہیں۔ روٹی، کپڑا اور مکان۔ یہ تین چیزیں زندگی کی بنیادی ضروریات میں سے ہیں، لیکن مقصدِ زندگی نہیں۔ لیکن بدقسمتی سے آج انہیں تینوں اشیا کو مقصدِ زندگی اور مطمحِ حیات سمجھ لیا گیا ہے اور ان کے حصول کے پیچھے زندگی کے بیش قیمت لمحات اس طرح صرف کیے جا رہے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ یہی سب کچھ ہیں اور مرنے کے بعد یہی زادِ قبر اور سفرِ آخرت کا یہی توشہ ہیں۔ اللہ کی پناہ!

محض اظہارِ افسوس ہی نہیں بلکہ اس بات پر سر دھننے کو جی چاہتا ہے کہ امت مسلمہ جسے اللہ عز وجل نے زندگی گزارنے اور مقصدِ حیات سے آگاہ کرنے کے لیے قرآن مقدس کی شکل میں ایک عظیم دستورِ حیات اور آئینِ زندگی وبندگی عطا فرمایا ہے، آج وہ قرآنی ارشادات وتعلیمات سے فکری وعملی طور پر کافی دور ہو چکی ہے اور اسلام وقرآن کے بیان کردہ مقصدِ زندگی کو فراموش کر کے کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ کی طرح دنیوی زندگی کو ہی اپنا "سرمایۂ کُل" بنا چکی ہے۔ مال ودولت کا حصول، جلبِ منفعت، اکتسابِ دنیا، آرام وآسائش اور دنیوی جاہ ومنصب کی تمنا ہی اب زندگی کا مقصد رہ گیا ہے۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا نہ تو آرام وآسائش کی جگہ ہے اور نہ اس کے حصول کی کوشش اس عارضی حیات کا مقصد ہے۔ قرآنی فرمان کے مطابق یہ تمام چیزیں جن کے حصول لیے لوگ کوشاں ہیں اور حلال وحلال کی تمیز کیے بغیر مال ودولت جمع کرنے میں مصروف ہیں، انسان کے امتحان وآزمائش کے لیے ہیں، نہ کہ اخروی آسائش کے لیے۔ قرآنِ مقدس نے آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال قبل ہمیں متنبہ کر دیا تھا اور ہمارے مقصدِ حیات کی وضاحت ان الفاظ میں کر دی تھی: الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔

یعنی وہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھا عمل کرتا ہے۔ انسان اگر بساطِ کائنات پر پھیلی ہوئی اشیا پر غور وفکر کرے تو اس نتیجہ پر ضرور پہنچے گا کہ دنیا کی ہر چیز کا ایک مقصد ہے۔ حیوانات ونباتات وجمادات کسی نہ کسی مقصد کی خاطر پیدا کیے گئے ہیں۔ آج دنیا میں جس قدر علوم وفنون مروج ومتداول ہیں یا جو علوم دن بدن متعارف ہو رہے ہیں، ہر ایک کا ایک مقصد ہے کہ کس علم سے کون سا کام لیا جا سکتا ہے۔ سائنس کا مقصد کیا ہے، طب کا مقصد ہے، علمِ ارضیات وفلکیات اور معاشیات وطبعیات کے مقاصد کیا ہیں، غرض کہ کائنات کی ہر شے اور دنیا کی یونیورسٹیوں میں پڑھائے جانے والے جملہ علوم وفنون کے اغراض ومقاصد ہیں اور ان کے تحت ہی آج ہمارا تعلیمی کارواں آگے بڑھ رہا ہے۔ اب غور کیا جائے کہ جب کائنات کی ہر شے کا ایک مقصد ہو، ہر علم کی ایک غرض وغایت ہو اور انسان جیسے اشرف المخلوقات کی زندگی کا کوئی مقصد نہ ہو، کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے؟ کیا مشیتِ ایزدی اس کو گوارا کر سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو اللہ رب العزت نے ایک عظیم تر مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ مقصد ہے: اللہ کی عبادت اور اس کی بندگی، جیسا کہ قرآن مقدس میں اللہ رب العزت کا فرمانِ عالیشان ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ (سورۃ الذاریات:۵۶)

ترجمہ: ہم نے انسان وجنات کونہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت (بندگی) کے لیے۔

گویا کہ انسان کی زندگی کا مقصد اللہ کی عبادت اور اس کی رضا کا حصول ہے ۔انسانی زندگی کے جملہ اعمال واشغال کا مقصد عبادتِ الٰہی اور رضائے مولیٰ ہے۔ اگر ہمارے اعمال و افعال میں رضائے رب شامل نہ ہو تو وہ عبادت نہیں بلکہ باعثِ ملامت ہے۔ اگر مسلمان مذکورہ بالا دونوں قرآنی آیات پر غور وفکر کرے اور ان کے دینی وشرعی تقاضوں پر عمل پیرا ہو کر زندگی گزارے تو مقصدِ حیات کی تفہیم بھی آسان ہو جائے اور دنیا وآخرت کی زندگی بھی فلاح وسعادت سے ہمکنار ہو جائے۔ بس غور وفکر اور عمل شرط ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انساں کے سروں پر اشرف المخلوقات کا زرّیں تاج سجا کر دنیا میں بھیجا اور اس کی زندگی کا مقصد عبادت اور بندگی قرار دیا ہے۔ دینِ اسلام کا مقصد ”زندگی برائے بندگی“ ہے۔ کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام اور تین سو تیرہ رسولانِ عظام علیہ التحیۃ والتسلیم کا مقدس اور نورانی قافلہ وقتاً فوقتاً دنیا میں اسی لیے بھیجا گیا، تاکہ انسان کو اس کی زندگی کا حقیقی مقصد بتایا جائے اور اسے عبادت سے قریب کیا جائے اور ضلالت وگمرہی کے دلدل سے نکال کر اسے ایمان وہدایت کی شاہراہ پر گامزن کیا جائے۔ زندگی کا مقصد کیا ہے؟ یا بلفظِ دیگر مذہبِ اسلام کے اغراض ومقاصد ہیں؟ اللہ رب العالمین نے اپنی مقدس کتاب قرآن میں اس سوال کا نہایت آسان اور سیدھا سا جواب ارشاد فرمایا ہے: **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** اب رہا یہ سوال کہ عبادت کیا ہے؟ تو اس کی تعریف وتشریح علمائے کرام ومحدثینِ عظام نے مختلف انداز سے کی ہے۔ لیکن راقمِ آثم کے نزدیک ”عبادت“ کی سب سے جامع تعریف وہ ہے، جو ”کتاب العبودیۃ“ میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے: **اَلْعِبَادَةُ هِيَ اِسْمٌ جَامِعٌ لِكُلِّ مَا يُحِبُّهُ اللهُ وَيَرْضَاهُ مِنَ الْاَقْوَالِ وَالْاَعْمَالِ الْبَاطِنَةِ وَالظَّاهِرَةِ. فَالصَّلَاةُ، وَالزَّكَاةُ، وَالصِّيَامُ، وَالْحَجُّ، وَصِدْقُ الْحَدِيثِ، وَأَدَاءُ الْاَمَانَةِ، وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ، وَصِلَةُ الْاَرْحَامِ، وَالْوَفَاءُ بِالْعُهُودِ، وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَالْجِهَادُ لِلْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِينَ، وَالْاِحْسَانُ لِلْجَارِ، وَالْيَتِيمِ، وَالْمِسْكِينِ، وَابْنِ السَّبِيلِ، وَالْمَمْلُوكِ، مِنَ الْآدَمِيِّينَ وَالْبَهَائِمِ، وَالدُّعَاءُ، وَ الذِّكْرُ، وَالْقِرَاءَةُ، وَأَمْثَالُ ذٰلِكَ مِنَ الْعِبَادَةِ. وَ كَذٰلِكَ حُبُّ اللهِ وَرَسُولِهِ، وَخَشْيَةُ اللهِ وَالْاِنَابَةُ اِلَيْهِ، وَاِخْلَاصُ الدِّينِ لَهُ، وَالصَّبْرُ لِحُكْمِهِ، وَ الشُّكْرُ لِنِعَمِهِ، وَالرِّضَا بِقَضَائِهِ، وَ التَّوَكُّلُ عَلَيْهِ، وَالرَّجَاءُ لِرَحْمَتِهِ، وَالْخَوْفُ مِنْ عَذَابِهِ، وَأَمْثَالُ ذٰلِكَ هِيَ مِنَ الْعِبَادَةِ لِلّٰهِ.** (کتاب العبودیة، ص: 19-20)

ترجمہ: عبادت ایک جامع لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ کے تمام محبوب وپسندیدہ، ظاہری وباطنی اقوال واعمال (افعال) کو شامل ہے۔ چنانچہ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، بات میں سچائی، امانت کی ادائیگی، والدین سے حسن سلوک، رشتہ داروں سے نیکی، وعدوں کو پورا کرنا، نیکی کا حکم، برائی سے روکنا، کفار ومنافقین سے جہاد، پڑوسیوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور زیر دست انسانوں اور جانوروں کے ساتھ بھلائی، دعا، ذکر، قرأت اور ان جیسی اور باتیں سب عبادات میں شامل ہیں۔ اسی طرح اللہ عز وجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت، اللہ کا خوف اور اس کی طرف رجوع، دین کو اسی کے لیے خالص کرنا، اس کے حکم پر کمربستہ ہو جانا، اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا، اس کی قضاء وقدر پر راضی رہنا، اس پر توکل کرنا، اس کی رحمت کی امید اور اس کے عذاب کا خوف اور ان جیسی اور باتیں بھی اللہ کی عبادات شامل وداخل ہیں۔

اللہ ورسول کی رضا وخوشنودی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مذکورہ عبادات کو انجام دینا اور شریعت کے بتائے ہوئے ضابطوں کے مطابق قرآن وحدیث کی تعلیمات پر عمل کرنا ہی دراصل مذہبِ اسلام کے اغراض ومقاصد ہیں اور انہیں امور کی انجام دہی میں دنیا وآخرت کی فوز وفلاح پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مذہب اسلام کے اغراض ومقاصد کی صحیح تفہیم اور اس کی تعلیمات پر سچے دل کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ آمین!

یہ شہادت گہہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

☆☆☆☆☆

تعلیمات اسلام کی معنویت وافادیت

نشاط اختر رومی (کٹیہار، بہار)
رابطہ نمبر: 9264135792

اسلام دین فطرت اور ایک توحیدی مذہب ہے۔اس کی تعلیمات فطری محاسن کی جامع اور صلاحی، فلاحی مقاصد کی حامل ہیں۔جن تعلیمات کی بناء رضاء الٰہی کی بجا آوری اور انسانی اقدار کی افزائش پر قائم ہیں۔تقابل ادیان کے اعتبار سے اگر منصفانہ نگاہ ڈالی جائے تو یہ بات بالکل عیاں ہوجاتی ہے کہ تمام ادیان میں اسلام کی افضلیت کی اہم وجہ اس کی تعلیمات ہی ہیں۔کیوں کہ اسلامی تعلیمات میں انسان کے تمام تر شعبہائے زندگی کی ہر زاوئے سے رہنمائی کی گئی ہے۔یعنی اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے جہاں دنیوی زندگی گزارنے کے لیے خوبصورت لائحہ عمل تشکیل دیا ہے وہیں انہیں اخروی زندگی کی کامیابی وکامرانی کا فارمولا بھی بتایا ہے۔اس کی تعلیمات میں نا تو ایسی چیزوں کا شائبہ ہے جو عقلی اور فطری کینوس پر بار تنفر ہو، نا ہی وہ امور شامل ہیں جو کسی طور پر ضرر رساں ہوں۔جبکہ اسلام سے قبل اور اس کے علاوہ ادیان اور ان کی تعلیمات کو ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے ان تعلیمات میں انسانیت کی تذلیل اور بے توقیری کی جاتی رہی ہے۔مذہبی، تعلیمی، قومی، ملی، سماجی، معاشرتی بدحالی پائی جاتی رہی ہے، امن ومحبت، اتحاد واتفاق، اخوت و رواداری کے دروازے مقفل ہوتے رہے ہیں۔خود اس پر زمانہ جاہلیت کے تاریک ترین حالات، پھر آمد اسلام سے اس پر جو انقلابی اثرات مرتب ہوئے، شاہد عدل ہیں۔

معزز قارئین کرام! تعلیمات اسلامی کی معلومات کا منبع اور ماخذ قرآن واحادیث ہے۔اور ان تعلیمات کی عملی تفسیر کے حوالے سے شارع اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پوری حیات ظاہری ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔جس پر فرمان باری تعالی: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:21) ایک اجمالی اشارہ یہ ہے، یعنی شارع اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین پیروی ہے، جن کی پیروی ہماری کامیابی کا کل اثاثہ اور ہر شعبہ زندگی کیلئے نمونہ ہے۔اگر تم والد ہو تو دیکھو فاطمہ کے والد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا اپنی اولاد کے ساتھ طرز عمل کیا تھا؟ اگر تم شوہر ہو تو دیکھو کہ عائشہ اور خدیجہ کے شوہر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا اپنی ازواج کے ساتھ دستور عمل کیا تھا؟ اگر تم حاکم ہو تو دیکھو مدینے کے حاکم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کس طرح حکومت کی؟ اگر تم مزدور ہو تو دیکھو کہ مکے کی پہاڑیوں پر بکریاں چرانے والے مزدور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ کیسا تھا؟ اگر تم تاجر ہو تو دیکھو سرکار دو عالم، پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شام کی تجارت کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ گویا شارع اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زندگی کا کوئی شعبہ نہیں چھوڑا جس میں ان کی ذات مبارکہ نمونے کے طور پر موجود نا ہو۔یعنی زندگی گزارنے کا جامع ضابطہ حیات شارع اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیات طیبہ ہی ہے۔دین اسلام کی روشن اور پاکیزہ تعلیمات اس کی حقانیت وافضلیت کی دلیل ہے ان تعلیمات پر اگر کوئی غیر جانبداری کے ساتھ غور وخوض کرے تو اسلام کو تمام ادیان سے افضل واعلیٰ پائے گا۔مالک حقیقی کا ارشاد عالیشان ہے: اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:19)

ترجمہ: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

اسلام نے انسانی افضلیت کو کسی مخصوص رنگ ونسل اور قوم سے منسوب نہیں کیا ہے بلکہ اسلام نے رنگ ونسل، لسانیت وعلاقایت کے سارے بت پاش کر کے باہمی محبت ومودت، مساوات ورواداری کا مرقع بنادیا ہے۔اس دنیا کا یہ ماحول ہے کہ کوئی حاکم ہے تو کوئی محکوم، کوئی خادم ہے تو کوئی مخدوم، کوئی بادشاہ ہے تو کوئی رعیت، کوئی امیر ہے تو کوئی فقیر ان مراتب کی تفریق اس لئے ہرگز نہیں کہ بلند مرتبہ والا اپنے سے کم مرتبہ والوں کو حقیر سمجھے، تسلط قائم کرے بلکہ اس حوالے سے اسلامی نظریہ یہ ہے کہ درجات کے یہ نشیب وفراز نظام دنیا کو چلانے اور انسانی ضروریات کی تکمیل کے پیشِ نظر ہیں۔

لٰہذا کسی کا ماتحت ہونا یا نگراں ہونا ایک وقتی تعلق ہے ورنہ بحیثیت انسان

سب برابر ہیں وہ لوگ جنہیں گردش زمانہ نے ملازمت کی دہلیز پہ کھڑا کر دیا ہے اسلام انہیں اپنا بھائی سمجھ کر برابری کے سلوک کی تلقین کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں جس طرح زندگی میں دوسروں کا بھلا کرنے اوران کے حقوق کا خیال رکھنے کا درس ملتا ہے اسی طرح دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی مرحوم مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کا درس ملتا ہے یہ اسلامی تعلیمات کا حسن ہی تو ہے کہ مسلمان اپنے ماں، باپ، بہن، بھائی اور خویش و اقارب اور دیگر مسلمان بھائیوں کے لیے انتقال کے بعد دعائے مغفرت و ایصال ثواب کے ذریعے وقتاً فوقتاً ان کے ساتھ خیر خواہی کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات انسانی فطرت کے مطابق بھی ہیں جس میں اخلاق و کردار، عفو و درگزر، عدل و انصاف، سفقت و نرمی، ادب و احترام، عفت و پاکیزگی، ایثار و ہمدردی، جود و سخا، تحمل مزاجی و بردباری اور دل جوئی جیسے تمام اوصاف نہ صرف نظام حیات کی بقا کا باعث ہیں بلکہ خوش گوار زندگی کا خوگر اور اقدار عالیہ کا پیکر بناتے ہیں۔

تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ منفی سوچ رکھنے والے لوگ احساس کمتری کا شکار رہتے ہیں، منفی سوچ ہی گناہوں کے نہ رکنے والے سلسلے کا محرک بن جاتی ہے۔ اور مثبت سوچنے والے لوگ خود اعتماد اور پر عزم ہوتے ہیں، ہر محاذ پر انہیں کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ اس تناظر میں اسلام تعلیمات مثبت سوچنے یعنی حسن ظن کی پابندی بناتی ہے اور منفی سوچ یعنی بدگمانی سے بچنے کی تاکید فرماتی ہیں۔

اسلام نے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات ہر اعتبار سے ایسا لائحہ عمل تیار کیا ہے جو انسانی فوز و فلاح کا ضامن ہے۔ یہ اسلام کی فضیلت اور انوکھی شان ہے کہ اسلام نہ صرف اپنے ماننے والوں کو بلکہ پوری انسانیت کو "یا أیھا الناس" کے اجتماعی خطابات کے ذریعے اپنی تعلیمات حسنہ پہ عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

نوٹ

محترم قارئین! آپ حضرات نوٹ کرلیں کہ "نوائے اسلام" سہ ماہی میراوجدان کا ایک ادارتی مستقل کالم ہے جس میں اسلامیات و دینیات سے متعلق ہی مضامین شائع کئے جائیں گے اس کالم کے لئے ارباب قرطاس وقلم کو ادارے کی طرف سے عناوین دیئے جائیں گے جو قریبی شمارے میں شامل اشاعت ہوں گے۔ اس کالم کے لیے مطلوب مضامین ہی شائع ہوں گے۔ عناوین کے لئے رابطہ کریں گے۔

(ادارہ)

8374786880 / 7739886269

توحیداور دیگرارکان اسلام کی کچھ جھلکیاں

محمد منصورعالم نوری مصباحی
بڑاپوکھر،طیب پور،کشن گنج بہار
رابطہ نمبر:8484078468

اسلام ایک عالی شان ،عظیم الشان اور نہایت حسین و خوبصورت عمارت ہے اورتوحید رسالت ،نماز ،روزے ،زکوٰۃ اور حج اس شاندارعمارت کے ستون ہیں عمارت کتنی ہی خوبصورت ہواگراس کے ستون کمزورہوں تو وہ عمارت نامکمل کہلاتی ہے ایسے ہی اس شخص کا اسلام نہ مکمل ہے جوکلمہ تو پڑھتا ہے لیکن نماز ،روزے ،حج وزکوٰۃ سے دور ہے حدیث پاک میں عمدہ اور جامع اسلوب میں اس کا بیان ہے۔عن بن عمر بن رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ بنی الاسلام علیٰ خمس شھادۃ ان لاّ الہ الاّ اللہ وانّ محمّدا رسول اللہ واقام الصّلوٰۃ وایتاء الزّکوٰۃوالحجّ وصوم رمضان (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ:عبداللہ بن عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودنہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں،نماز پڑھنا،زکوٰۃ دینا، حج کرنا،اوررمضان کے روزے رکھنا۔''

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ والرضوان فرماتے ہیں : صرف ان پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد اس لئے قائم ہے کہ عبادت مفروضہ منحصر ہے بدنی اور مالی میں اگرمحض مالی ہے تو یہ زکوٰۃ ہے اور بدنی کی دوصورتیں ہیں صرف قولی ہے یاصرف بدنی۔صرف بدنی روزہ ہے صرف قولی توحید ورسالت کی شہادت یاقولی بدنی دونوں ہے یہ نماز ہے اور مالی و بدنی دونوں ہے توحج ہے۔ (نزہتہ القاری ج:۱)

دین اسلام کی تکمیل ان پانچ ارکان سے ہوتی ہے جومذکورہ حدیث کے اندر بیان کئے گئے ہیں۔اگران میں سے کوئی ایک رکن بھی نہ ہوتو دین کی عمارت نامکمل ہی رہے گی۔اگرچہ توحید ورسالت کے اقرار کے بعد انسان اسلام میں داخل ہوکر مسلمان کہلانے کا حقدارہو جاتا ہے مگراس کا دین اس وقت مکمل ہوتا ہے جب وہ باقی ارکان پر بھی عمل پیرا ہو۔اسلام کے مذکورہ ارکان میں سے کسی ایک رکن کی فرضیت کاانکارکرتے ہوئے اسے ترک کرنے والا کافر ہوجائے گا،البتہ سستی اور کاہلی سے چھوڑنے والا سخت کبیرہ گناہ کا مرتکب اورفاسق ہوگالیکن ملت اسلام سے خارج نہیں ہوگا سوائے نماز کے کہ محققین اہل علم کی ایک معتبر تعدادیعنی شوافع حضرات نے سستی وکاہلی سے بھی تارک نماز کوخارج ازملت قرار دیا ہے۔

یہ تھے وہ ارکان اور بنیادی ستون جن پر دین اسلام کی عمارت قائم ہے ۔اب ان تمام کی مختصر وضاحت کی جاتی ہے۔

اسلام کا پہلارکن :توحید ورسالت کا اقراراسلام کا پہلا رکن دوحصوں پر مشتمل ہے۔

حصہ اول:''توحید''یعنی دل اورزبان سے اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبودنہیں ،وہ ایک ہے ،پاک اور بے عیب ہے ہر کمال وخوبی کا جامع ہے کوئی کسی بات میں نہ اس کا شریک نہ برابر نہ اس سے بڑھ کر وہ مع اپنی صفات کمالیہ کے ہمیشہ ہے اور ہمیشہ رہے گا،ہمیشگی صرف اسی کی ذات وصفات کے لیے ہے اس سوا جو کچھ ہے پہلے نہ تھا جب اس نے پیدا کیا تو ہوا وہ اپنے آپ ہے اس کوکسی نے پیدانہیں کیا۔زندگی اورموت کا وہی مالک ہے۔اولاد دینے والا ،رزق پہنچانے والا اور نفع و نقصان کا وہی مالک ہے۔صرف وہی مختار کل ہے وہ سب کا مالک ہے وہ جو چاہے کرے۔اس کے حکم میں کوئی دم نہیں مارسکتا وہ اپنی ذات کی طرح صفات میں بھی یکتا ہے۔توحید کے برعکس عقیدہ کوشرک کہا جاتا ہے۔

حصہ دوم :''رسالت''اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی راہنمائی کے لئے ہر زمانہ میں انبیاء ورسل مبعوث فرمائے یہ سلسلہ سیدنا آدم سے شروع ہوا اور محمد ﷺ اس سلسلہ کے آخری نبی ورسول ہیں اور ساری مخلوق سے افضل اور سب کے پیشوا ہیں ،حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ

قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے نبی ورسول بن کر آئے۔آپ کے بعد اب قیامت تک کوئی نبی ورسول نہیں آئے گا۔اگر کوئی نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے تو وہ کاذب، دجال اور کافر ہے اور اس کو ماننے والا کافر مرتد ہے۔

اسلام کا دوسرا رکن: اقامت صلوٰۃ کلمہ پڑھ لینے کے بعد ایک مسلمان پر سب سے پہلے نماز کا فریضہ عائد ہوتا ہے۔دین اسلام میں نماز کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے۔قرآن مجید میں سینکڑوں بار نماز کا حکم آیا ہے۔اور بیسیوں جگہ نماز کو اہل ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے۔قیامت والے دن سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔اگر آدمی نماز کے سوال میں کامیاب ہوگیا تو باقی تمام سوالوں میں کامیاب ہو جائے گا۔نبی ﷺ نے اسلام اور کفر کے درمیان حدّ فاصل نماز کو ہی قرار دیا ہے۔بلکہ آپ نے نماز پر اس قدر زور دیا کہ فرمایا:''جب بچہ سات سال کا ہوجائے تو اسے نماز کی تعلیم دو اگر دس سال کا ہوجائے اور نماز میں سستی کا مرتکب ہو تو اسے سزا دو۔''(ابوداؤد: ۴۹۴)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کا فرمان ہے:''جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں[مؤطا: ۴۵]

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں نماز کے لئے ''اقامت'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔اقامت کا مفہوم صرف نماز پڑھ لینا ہی نہیں بلکہ نماز کو با الالتزام مکمل آداب وشرائط کے ساتھ ہمیشہ پابندی کے ساتھ باجماعت مسنون طریقہ کے مطابق ادا کرنا ہے۔اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلام کا تیسرا رکن: ''زکوٰۃ'' کا لغوی معنی نشو ونما اور پاک کرنا ہے۔جو لوگ صاحب حیثیت ہوں ان پر اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے کہ وہ اپنی دولت میں سے مخصوص حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔تاکہ دولت گردش کرتی رہے اور مالداروں کے دل میں دولت کی محبت گھر نہ کر جائے۔نیز معاشرہ کے جو افراد مفلوک الحال، مفلس اور نادار ہوں ان کی مدد کی جائے۔جو شخص صاحب نصاب ہو وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مقرر کردہ حصہ ان کے متعین کردہ افراد میں تقسیم کردے مثلاً جو شخص ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی کا مالک ہو۔سال گزرنے کے بعد اس پر اس دولت کا چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔اسی طرح اگر کسی کے پاس چالیس بکریاں سال بھر موجود رہیں تو سال بعد ایک بکری بطور زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔اسی طرح گائے، اونٹ وغیرہ کا علیحدہ علیحدہ نصاب ہے۔ مختصراً یہ زکوٰۃ،عشر اور صدقہ واجبہ ادا کرتے رہے۔

اسلام کا چوتھا رکن: ''حج'' جو شخص صاحب استطاعت ہو، یعنی اپنے اہل وعیال اور زیر کفالت اشخاص کی جملہ ضروریات پوری کرنے کے بعد سفر بیت اللہ کا متحمل ہو اس پر لازم ہے کہ وہ ایام حج میں اللہ تعالیٰ کے گھر جا کر متعلقہ مناسک ادا کرے۔حج میں احرام باندھنا، بیت اللہ شریف کا طواف کرنا، صفا مروہ کی سعی کرنا، بال کٹوانا، منیٰ میں حاضری دینا، وقوف عرفہ اور مزدلفہ میں قیام وغیرہ شامل ہیں۔حج کا بہت ثواب ہے۔رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:''حج مبرور کی جزا جنت ہے۔''[متفق علیہ]

ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا:''حج کرنے کے بعد انسان گناہوں سے یوں پاک صاف ہوجاتا ہے گویا وہ آج پیدا ہوا ہے۔[متفق علیہ]

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کا ارشاد ہے: جو شخص قدرت وطاقت کے باوجود حج نہیں کرتا وہ خواہ یہودی ہوکر مرے یا عیسائی ہوکر۔یعنی اسلام پر اس کے خاتمے کا ذمہ نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: میرا ارادہ ہے کہ اپنے کارندوں کو ملک کے اطراف میں بھیج کر ان لوگوں کا پتہ چلاؤں جو استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتے تاکہ ان پر جزیہ مقرر کردوں، ایسے لوگ مسلمان نہیں، یہ لوگ مسلمان نہیں۔

اسلام کا پانچواں رکن: ''رمضان کے روزے'' مسلمانوں پر سال بھر میں رمضان المبارک کے ایک مہینہ میں روزے رکھنا فرض ہے، روزہ ہر عاقل، بالغ، صحت مند اور باشعور مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور نفسانی خواہشات پر کنٹرول رکھنے کا نام روزہ ہے۔روزہ انسان کو متقی اور پرہیزگار بناتا ہے۔مسافر اور مریض کو روزہ نہ رکھنے کی

اجازت ہے البتہ وہ بعد از رمضان ان روزوں کی قضاء کرے۔روزے کی بڑی فضیلت اور ثواب ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا:''جو شخص ایمان کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے اجروثواب کی خاطر روزے رکھے۔اس کی سابقہ زندگی کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں''[بخاری، مسلم]

روزہ سے جفاکشی،صبروتحمل اور ناداروں سے ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں روزہ طبی طور پر بھی لاتعداد فوائد کا موجب ہے۔ان پانچوں ارکان کو دین اسلام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔جس طرح عمارت کے استحکام کے لئے بنیادوں کی گہرائی اور مضبوطی ضروری ہے اسی طرح اسلام کی پختگی بھی گہرے اور مضبوط ایمان کے بغیر ناممکن ہے۔اورجس طرح عمارت کی تزئین وآرائش کے لئے سجاوٹ کا سامان ضروری ہوتا ہے اسی طرح عمارت اسلام کی آرائش بھی اعمال صالحہ سے ہوتی ہے۔بلکہ بعض اہل علم کے بقول اعمال کے بغیر ایمان کا وجود ہی عنقا ہے۔اسی لئے آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا:''اسلام کی بنیاد ان پانچ چیزوں پر ہے۔''اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی عدم موجودگی میں یہ عمارت ہی سرے سے غائب ہوجائے گی۔بلکہ دوستی ودشمنی کا معیار بھی رسول اللہ نے انہی ستونوں پر رکھا ہے۔کہ جوان پر عمل کرے گا اس کے جان ومال کے تحفظ کی ضمانت دی جائے گی ورنہ اسلام کی نظر میں اس کا جان ومال غیر محفوظ ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کرتا رہوں تا آنکہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں،نماز قائم کریں اورزکوۃ دیں۔جب وہ یہ کام کر لیں تو وہ مجھ سے اپنے خون اور اموال محفوظ کرلیں گے سوائے کسی اسلامی حق کے اوران کا حساب اللہ پر ہوگا۔[بخاری]

(مضمون کی ترتیب میں گوگل سے بھی مدد لی گئی ہے)

☆☆☆☆☆

بچوں کی تربیت

قرآن وحدیث کے آئینے میں

محمد رضوان عالم مرکزی غفرلہ
گھیراباڑی، ٹھاکرگنج کشن گنج بہار
رابطہ نمبر:7895239664

نوع انسانیت میں بچے اللہ تبارک وتعالی کی وہ پیاری مخلوق ہیں کہ جن سے ہر کوئی محبت والفت اور پیار کرتا نظر آتا ہے کیونکہ قدرتی اور فطری طور پر بچوں میں بھولا پن ہوتا ہے اور اِن کا ہرادا ہر ایک کو اچھا اور پیارا لگتا ہے۔ بچہ جب ہنستا ہے تو ایک الگ منظر ہوتا ہے۔ روتا ہے تو ایک الگ سی کیفیت ہوتی ہے اور اس کا رونا لوگوں کے دلوں کو جذب کرتا نظر آتا ہے۔ باتیں کرتا ہے تو ان کی باتیں لطف ونرمی اور حلاوت وشیریں میں موجزن ہوتی ہیں۔

اور بچوں سے محبت کیوں نہ ہو؟ حالانکہ قرآن خود کہتا ہے: **ألمال والبنون زينة الحيوة الدنيا** ۔(سورۃ الکھف:۴۶)

ترجمہ: مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار ہے۔(کنزالایمان)

جب اولاد، سنگھار اور زینت ہیں تو ظاہر سی بات ہے محبت ہوگی ہی۔ اور ایک مقام پر ہے: **زُين للناس حبُ الشهوٰت من النساء والبنين والقناطير المقنطرة من الذهب والفضة والخيل المسومة والأنعام والحرث. ذٰلك متاع الحيوٰة الدنيا** (سورہ آل عمران:۱۴)

ترجمہ: لوگوں کے لئے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشانی کئیے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی، یہ جیتی دنیا کی پونجی ہے۔

اس آیت کریمہ میں باصراحت مذکور ہے کہ اولادلوگوں کی محبوب شی ہیں ۔تو اس محبوب شی بچوں کے ساتھ ہمارا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟ میں اس تعلق سے ماہ ربیع الغوث کی گیارہویں کی نسبت سے گیارہ نکات نمبروار پیش کرتا ہوں، ملاحظہ کریں:

(۱) جب بچہ پیدا ہو تو مستحب یہ ہے کہ اس کے کان میں اذان واقامت کہی جائے اذان کہنے سے ان شاءاللہ بلائیں دور ہو جائیں گی، بہتر یہ ہے کہ دہنے کان میں چار مرتبہ اذان اور بائیں میں تین مرتبہ اقامت کہی جائے۔ بہت لوگوں میں یہ رواج ہے کہ لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اذان کہی جاتی ہے اور لڑکی پیدا ہوتی ہے تو نہیں کہتے۔ یہ نہ چاہیے بلکہ لڑکی پیدا ہو جب بھی اذان واقامت کہی جائے۔ ساتویں دن اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر منڈا جائے اور سر منڈنے کے وقت عقیقہ کیا جائے، اور بالوں کو وزن کر کے اُتنی چاندی یا سونا صدقہ کیا جائے۔(بہار شریعت جلد سوم صفحہ:۳۵۵)

چنانچہ احادیث میں آیا ہے: (۱) **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ يَقُولُ: كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً، وَلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا، فَلَمَّا جَاءَ اللهُ بِالْإِسْلَامِ كُنَّا نَذْبَحُ شَاةً، وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ، وَنَلْطَخُهُ بِزَعْفَرَانٍ.**

(سنن ابی داؤد: الحدیث:۲۸۴۳، جلد سوم صفحہ ۱۴۴)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب ہم میں کسی کے بچہ پیدا ہوتا تو بکری ذبح کرتا اور اس کا خون بچہ کے سر پرمل لیتا اب جبکہ اسلام آیا تو ساتویں دن ہم بکری ذبح کرتے ہیں اور بچہ کا سر منڈاتے ہیں اور سر پر زعفران لگادیتے ہیں۔

(۲) **عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِينَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلَاةِ.** (سنن ابی داؤد، کتاب الادب)

ترجمہ: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں وہی اذان کہی جو نماز کے لیے کہی جاتی ہے۔

(۳) **عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ**

وَسَلَّمَ : " الْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ، وَيُسَمَّى، وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ ". (جامع ترمذی، کتاب الاضاحی)

ترجمہ: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا اپنے عقیقہ میں گروی ہے ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور سر منڈا جائے۔ گروی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس سے پورا نفع حاصل نہ ہوگا جب تک عقیقہ نہ کیا جائے اور بعض نے کہا بچہ کی سلامتی اور اس کی نشوونما اور اس میں اچھے اوصاف ہونا عقیقہ کے ساتھ وابستہ ہے۔

(۲) بچہ کا اچھا نام رکھا جائے، پورے ہندوستان میں عموماً اور ہمارے علاقے میں خصوصاً بہت لوگوں کے ایسے نام ہیں جن کے کچھ معنیٰ نہیں یا ان کے برے معنیٰ ہیں ایسے ناموں سے احتراز واجتناب کریں۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسمائے طیبہ اور صحابہ و تابعین و بزرگان دین کے نام پر نام رکھنا بہتر ہے امید ہے کہ ان کی برکت بچہ کے شامل حال ہو۔

(۳) بچوں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور نرمی سے پیش آئیں اس لیے کہ اگر آپ نرمی سے پیش آئیں گے تو وہ بھی بڑے ہوکر آپ کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں گے۔

چنانچہ حدیث میں آیا ہے "إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ" (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ مہربان ہے مہربانی کو دوست رکھتا ہے اور مہربانی کرنے پر وہ دیتا ہے کہ سختی پر نہیں دیتا۔ اسی میں ہے "مَنْ حُرِمَ الرِّفْقَ حُرِمَ الْخَيْرَ (ایضاً، حدیث: ۲۵۹۲)

ترجمہ: جو نرمی سے محروم ہوا وہ خیر سے محروم ہوا۔

اور بخاری شریف میں ہے" إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا (کتاب فضائل اصحاب النبی)

ترجمہ: تم میں سب سے زیادہ میرا محبوب وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

(٤) بچوں کی صحیح تربیت کریں، ہمیشہ ادب سے بات کریں، اچھا ادب سکھائیں اور ان پر شفقت کریں۔ ترمذی شریف میں ہے "لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا" (کتاب البر والصلۃ، جلد سوم صفحہ ۳۶۹)

ترجمہ: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے۔

ابن ماجہ میں ہے: أَكْرِمُوا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوا أَدَبَهُمْ۔

(کتاب الادب جلد چہارم صفحہ ۱۸۹)

ترجمہ: اپنی اولاد کا اکرام کرو اور انہیں اچھے ادب سکھاؤ۔

ترمذی میں ہے: مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نُحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ (کتاب البر والصلۃ جلد سوم صفحہ ۳۸۳)

ترجمہ: باپ کا اولاد کو کوئی عطیہ ادب حسن سے بہتر نہیں۔

اور بخاری شریف میں ہے: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: تُقَبِّلُونَ الصِّبْيَانَ، فَمَا نُقَبِّلُهُمْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَوَأَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللَّهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ ". (کتاب الادب، جلد چہارم صفحہ ۱۰۰)

ترجمہ: ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں ہم انہیں بوسہ نہیں دیتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں کیا کروں۔

(۵) بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنا سکھائیں اور جب دس سال کا ہو جائے تو مار کر نماز پڑھوائیں۔

جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلَاةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرٍ۔

(ترمذی شریف، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء، جلد اول صفحہ ٤١٦)

(٦) بچوں کو بچپن ہی سے بری باتوں سے روکیں اور بھلائی کا حکم دیں اور کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے لیٹنے، اوڑھنے پہننے کا سنت طریقہ بتائیں،

خاص کر بچیوں کو شروع ہی سے پردے کے تعلق سے بتائیں اور پردہ کرنا سکھائیں اس لیے کہ اگر بچیاں بچپن ہی سے پردہ کریں گی تو بڑے ہو کر از خود پردہ کرنے لگیں گی اور شریعت کی پاسداری کریں گی۔ اور مصیبت پر صبر کی تلقین کریں۔

جیسا کہ حضرت لقمان علی نبینا وعلیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا: یٰبنی اقم الصلوٰۃ وأمر بالمعروف وانه عن المنکر واصبر علی ما اصابك" (پارہ ۲۱، سورہ لقمان، آیت ۱۷)

ترجمہ: اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کر اور جو مصیبت تجھ پر آ پڑے اس پر صبر کر۔ (کنز الایمان)

(۷) بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی مبارک زندگی کے واقعات سنائیں تا کہ بچوں کے سینوں میں اسلام اور اہل اسلام کی محبت پیدا ہو۔

(۸) نیکوں کی صحبت اختیار کرنے کے لیے کہیں اور بروں کی صحبت ان کے لئے زہر قاتل جانیں، اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے: مَثَلُ جَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ: إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ: إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً" (بخاری شریف: ۵۵۳٤)

ترجمہ: اچھے اور برے ہم نشین کی مثال جیسے مشک کا اٹھانے والا اور بھٹی پھونکنے والا جو مشک لیے ہوئے ہے یا وہ تجھے اس میں سے دے گا یا تو اس سے خریدے گا یا تجھے خوشبو پہنچے گی اور بھٹی پھونکنے والا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تجھے بری بُو پہنچے گی۔

یعنی بروں کی صحبت میں رہو گے تو برا بن جاؤ گے اور اچھوں کی صحبت اختیار کرو گے تو اچھا بن جاؤ گے۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

(۹) بچوں کو دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی آراستہ کریں تا کہ آپ کے لئے دینی دنیوی کامیابی کا سبب بن جائیں اور حدیث میں ہے "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَه (بخاری شریف: ۵۰۲۷)
یعنی سب سے بہتر انسان وہ ہے جو علم دین خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

(۱۰) ان سے کلام کریں تو لہجہ نرم اختیار کریں اور زبان اردو ہو تا کہ بچے بچپن ہی سے نرم گوئی کے ساتھ ساتھ اردو زبان بھی سیکھ جائیں۔

(۱۱) ان کے سامنے ہنسی مذاق اور بے ہودہ باتیں نہ کریں اور نہ ہی انہیں بُرے القاب سے پکاریں اس لیے کہ وہ جو سنیں گے وہی نقل کرنے کی کوشش کریں گے۔

اللہ ربّ العزت ہمیں بچوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے اور مذکورہ باتوں پر عمل کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین

☆☆☆☆☆

شعرائے کرم توجہ دیں

سہ ماہی میرا وجدان اسلام پور کے لئے اپنی شاعری یعنی حمد ونعت غزل کے ساتھ فن شاعری کے تعلق سے اہم معلوماتی مضامین بھی بھیج سکتے ہیں۔ ان پیج یا ورڈ فائل میں میل کریں۔

merawijdaan0786@gmail.com

عصر حاضر میں دعوت وتبلیغ کا فقدان اور امت مسلمہ کی بدحالی

شہباز نصیری مصباحی
اتر دیناج پور (بنگال)
رابطہ نمبر: 9129802314

بحیثیت انسان ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ دوسروں کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے جیسا کہ اگر ہم کسی کو کنویں میں گرتا دیکھیں تو اسے بچانا ہمارا فرض ہے اسی طرح اگر ہم کسی بھائی کو جہنم میں گرتا دیکھیں تو اسے بھی بچانا ہمارا فرض ہوتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ, اسی لیے جہاں ہم پر یہ ضروری ہے کہ ہم خود کو برائیوں سے دور رکھیں وہی ہمارا مذہبی اور اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم دوسروں کو بھی دینی تعلیمات سے آراستہ و پیراستہ کر کے انہیں برائیوں سے روکنے کی سعی محمود و مطلوب کریں۔

اب جب ہم یہ جان لیے کہ دین اسلام کی تبلیغ ہمارا مشترکہ فریضہ ہے تو اب دعوت وتبلیغ کے حوالے سے قرآنی اصول و طریق کار بھی ملاحظہ کریں ،قرآن کہتا ہے: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو (سورت النحل)

اس آیت مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں تبلیغ دین کے لئے ہمیشہ کوشاں رہنا چاہیے اور خوبصورت و پرکشش پیرایہ بیان اور عمدہ و مؤثر طریقہ اپنانا چاہیے اور اگر ہم کسی سے مباحثہ کریں تو شائستہ انداز گفتگو اختیار کرنا چاہیے۔

اور بحیثیت مسلمان ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک اشاعت اسلام بھی ہے اور شاید کہ اس بات سے کوئی بھی نہ آشنا نہیں ہے کہ دنیا میں انبیا ورسل کی جلوہ گری کا بنیادی مقصد سماج و معاشرے کی اصلاح ہی تھا چاہے عقیدے کی اصلاح ہو یا عمل کی۔ آپ سوچیں جب بھی دنیا میں برائی عام ہوئی معاشرہ تباہی کی طرف مائل ہوا تو اللہ تعالی نے امت کی اصلاح کے لیے کسی نبی کو مبعوث فرمایا تا کہ وہ اس کے درمیان دین حق کی تبلیغ اور معرفت الٰہی کا تمغہ فراہم کرے نیز جب بھی کسی نبی کو کسی قوم کی طرف بھیجا گیا تو بڑی بڑی قوتوں کے مقابلے میں تن تنہا اور بغیر کسی ظاہری اقتدار کے بھیجا گیا۔

اللہ تو مالک کل ہے وہ چاہتا تو تمام انبیائے کرام کو ان بڑی بڑی قوتوں کے مقابلے باطنی قوت کے ساتھ ساتھ ظاہری قوت وطاقت کے ساتھ بھیجتا لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ وہ تنہا آئے اور بلاخوف وخطر اپنے فرائض انجام دیے۔ بلاشبہ اس راہ میں ان نفوس قدسیہ کو طرح طرح کی مشقتوں اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا، مایوس کن و اعصاب شکن حالات سے دو چار ہوئے۔ باطل قوتوں نے سر اٹھایا مگر انہوں نے اپنی ذمہ داری سے کبھی سمجھوتا نہیں کیا اور نہ ہی ان کے سامنے خود کو جھکایا۔

علما و مبلغین کے لیے انبیائے کرام کی زندگیاں درس ہیں کہ اگر ہم حق کے ساتھ دین حق کی تبلیغ اور معاشرے کی اصلاح کا فریضہ انجام دینا چاہتے ہیں تو کوئی بھی طاقت ہمیں روک نہیں سکتی۔ آج ہم تبلیغ کو آسان تصور کرتے ہیں اور بڑی آسانی کے ساتھ معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ ہرگز یہ کام اس قدر آسان نہیں ہے بلکہ آپ کو تکالیف برداشت کرنے پڑیں گے۔ آپ اس کام کے لیے نکلے ہیں تو آپ کو انبیاء کرام کی سنتوں پر عمل پیرا ہونا پڑے گا، گونا گوں قربانیاں پیش کرنی پڑیں گی، آپ انبیاء کرام کی تاریخ کا مطالعہ کریں کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اصلاح امت کی کوشش کی ہو اور اسے آتشکدوں سے نہ گزارا گئے ہوں، ان پر مصائب و آلام کے پہاڑ نہ ڈھائے گئے ہوں۔ آپ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دیکھیں آپ پر تو ظلم وستم کی انتہا کر دی گئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کے لیے جس زمین پر بھیجا گیا تھا وہ زمین درندہ صفت انسانوں سے بھری ہوئی تھی زہر آلود فضا سے مملو وہاں کا ماحول تھا لیکن حضور نے اس انداز میں تبلیغ کے فرائض انجام دیے کہ ان سخت پتھر دل انسانوں کو احساس انسانیت و باہمی اخوت و محبت سے مالا مال کر دیا اور انہیں معرفت خداوندی کی نعمت سے بہرہ مند کیا۔

افسوس! ہم نے تبلیغ کے تمام تر پہلوؤں کو نظر انداز کر کے تبلیغ کا ایک پہلو اپنا لیا ہے وہ ہے مروجہ دینی جلسہ وجلوس اور اسی کو اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا ہے ہمارے مقررین حضرات کا تو کہنا ہے" وما علینا إلا البلاغ" یعنی ہمارا کام صرف پہنچا دینا ہے چاہے مائیک توڑ کے ہو یا کرسی توڑ کے، آج ہمارے خطبا صرف جارحانہ اسلوب اختیار کرتے ہیں دلی خیر خواہی کا جذبہ ان سے نکلتا جا رہا ہے اور نام ونمود کے خوگر بنتے جا رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم بدحالی کا شکار ہو چکے ہیں۔ سماج میں پھیلی برائیوں کا سیلاب تھمنے کے بجائے بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

آئے دن ہماری تباہی و بربادی کے نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ آج پوری دنیا میں کوئی ایسی سرزمین نہیں ہے جہاں پر مسلمان امن و عافیت کے ساتھ زندگی گزار رہے ہوں۔ سیریا، عراق، فلسطین اور شام کو دیکھیں، امام غزالی، جنید بغدادی، امام اعظم اور رابعہ بصری کی سرزمین کو دیکھیں یہ وہ مقدس سرزمین ہیں جو انبیائے کرام و اولیائے کرام کی آماجگاہ رہی ہیں مگر آج وہاں کے افسوس ناک حالات دیکھیے اور خون کے آنسو رویئے۔ آج ان زمینوں پر اغیار قسم قسم کے مظالم ڈھا رہے ہیں، امت مسلمہ کا خون اس قدر سستا ہو گیا ہے کہ آئے دن سینکڑوں لاشیں تڑپتی ہیں۔ آخر ایسا کیوں یہ ہمارے تبلیغ نہ کرنے کا نتیجہ ہے:

طریقہ مصطفی کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بےاقتدار اپنی

اگر ہم آج بھی تبلیغ کے سلسلہ کو جاری رکھتے اصلاح امت کی کوشش کرتے تو ہمارے مسلمانوں کا خون اس قدر نہ بہایا جاتا۔ جن زمینوں سے دنیا کو اسلام کا شعور ملا ہے، اسلام کی آبیاری ہوئی ہے آج ان جگھوں پر اغیار کی اقتدار ہے اور وہ پوری طرح سے اسلامی تعلیمات کو روندتے نظر آ رہے ہیں ہم امت مسلمہ کے لیے یہ ایک بڑا المیہ ہے جس کے حل و تدارک کے لیے ہمارے ذمہ دار افراد کو کمربستہ ہونا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

فتنۂ ارتداد کی سرکوبی بتحریر اجملی

غلام غوث اجملی پورنوی (بائسی پورنیہ بہار)
رابطہ نمبر:8057787636

قارئین! آئے دن ہمیں کوئی نہ کوئی خبر موصول ہوتی ہیں شوشل میڈیا کے ذریعے اخبارات کے ذریعے کہ فلاں جگہ کی فلاں مسلم لڑکی فلاں غیر مسلم سے شادی رچائی ہے فلاں غیر مسلم کے ساتھ فرار ہوگئی ہے ماں باپ کی عزت نیلام کر گئی مذہب حق تبدیل کر کے قوم مسلم کی مٹی پلید کر گئی یہ ہوا وہ ہوا ہزار طرح کی باتیں سننے کو ملتی ہیں اور پھر چند دن بعد اس لڑکی کی بدحالی کی خبر موصول ہوتی ہے کہ فلاں چوراہے پر ماردی گئی ہے، فلاں طوائف خانے میں فروخت کردی گئی ہے، زبردستی کی گئی ہے، عصمت دری کی گئی ہے نعوذ باللہ من ذالک۔

آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ باضابطہ طور پر ان کاموں کی ٹرینگ دی جاتی ہے سننے میں آیا کہ اس کام کے کرنے پر ڈھائی ڈھائی لاکھ روپے بطور انعام دیا جاتا ہے اور یہ کام خاص کر اسکولوں کالجوں میں ہو رہا ہے جہاں مسلم لڑکیاں زیادہ پائی جاتی ہیں ان سے لو اسٹوری (story love) کی سازش رچائی جاتی ہے جنسی استحصال کیا جاتا ہے ناجائز تعلقات قائم کیے جاتے ہیں حتیٰ کہ اپنے پر اعتماد کی امید دلائی جاتی ہے اور پھر اسے مذہب تبدیل کرنے کو کہا جاتا ہے بصورت انکار مارنے دھمکانے ڈرانے کی بات کی جاتی ہے اور وہ لڑکیاں بے بس ہو کر شیطانی جال میں پھنس کر اپنی دنیا و آخرت برباد کر دیتی ہیں۔

آخر یہ غلطی کیسے ہوتی ہے؟ کس کی غلطی ہے؟ کون اس کا ذمہ دار ہے؟ تو چلیے بتاتے ہیں- لوگوں نے اپنی نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کی تربیت کرنی چھوڑ دی ہے اسلامی تعلیم سے دور کر دیا ہے.. حق بات تو یہ ہے کہ جب لڑکیاں حد بلوغ کو پہنچتی ہیں تو لوگ انہیں مدرسوں سے روک لیتے ہیں دینی تعلیم سے دور کر دیتے ہیں مگر بے پردگی کے عالم میں بازار کالج کوچنگ سینٹر کے نام پر آنے جانے سے نہیں روکتے اور اپنے لڑکوں کو بمشکل قرآن تک ہی تعلیم دلاتے ہیں وہ بھی ایسے کہ کہاں کیا پڑھا جاتا ہے کیا پڑھنا چاہیے کچھ خبر نہیں وغیرہ وغیرہ، پھر کہا جاتا ہے کہ بہت پڑھ لیا اب کام کرے گا پھر وہی بچے نہ گھر کے ہوتے ہیں نہ گھاٹ کے: قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے " يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا: (التحریم:6)

اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔

یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری اختیار کر کے، عبادتیں بجالا کر، گناہوں سے باز رہ کر، اپنے گھر والوں کو نیکی کی ہدایت اور بدی سے ممانعت کر کے اور انہیں علم و ادب سکھا کر) اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں (سورۃ التحریم:5)

اور حدیث پاک میں ہے " اَنَّ عَبْدَاللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، اَلْاِمَامُ رَاعٍ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَّعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، قَالَ وَ حَسِبْتُ اَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ مَالِ اَبِيْهِ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، وَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کی طرف سے جواب دہ ہے، سربراہ ملک کا نگہبان ہے اور وہ اپنے ماتحت لوگوں کی طرف سے جواب دہ ہے، مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور وہ اپنے گھروں والوں کی طرف سے جواب دہ ہے، اور عورت اپنے خاوند (شوہر) کے گھر کی نگہبان ہے اور وہ اپنے ماتحت لوگوں کی طرف سے جواب دہ ہے، اور نوکر اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اور وہ اپنے زیر تصرف چیزوں کی طرف سے جواب دہ ہے، اور میرا (حضرت ابن عمر کا) گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور مرد اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اور وہ اپنے زیر تصرف چیزوں کی طرف سے جواب دہ ہے، اور تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا (نعم الباری شرح صحیح بخاری جلد دوم:۸۲۱)

قارئین! آپ نے ملاحظہ کیا آیت قرآنی اور حدیث رسول کو میں نے

اختصار کا پہلو اپناتے ہوئے ایک آیت اور ایک ہی حدیث کو لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو بچاؤ اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔۔ آیت مذکورہ کی روشنی میں آپ پر ضروری ہے کہ اپنے اور ان کے بارے خیال کیجیے بچایئے، انہیں دینی تعلیم سے راستہ کیجیے اپنے مذہب حق کے بارے میں بتایئے ان کی عظمت کیا ہے بتایا جائے۔

مذکورہ حدیث کی روشنی میں آپ اپنے بچے اور بچیوں کا، ہر ماتحت لوگوں کا جواب دہ ہونگے آپ سے جواب لیا جائے گا لہذا ضروری ہے آپ پر ان کی تربیت کیجیے قبر کی تاریکی منظر بتایے حشر کی حولنا کیوں سے خبردار کیجیے انہیں ہر برے کام سے روکیے اپنے بچے بچیوں کو اسکول کالج جاتے وقت سخت تنبیہ کیجیے کہ کوئی غلط قدم نہ اٹھائے رات و دن ان پر خاص نظر رکھیے آپ کی بیٹی کہاں جارہی ہے کیا کررہی ہے کس سے بات کررہی سخت کڑی نظر رکھیے اور کم عمری سے ہی ان کی صحیح تربیت کیجیے اسلامی تعلیم سے آراستہ کیجیے (یہ نہ سوچیں کہ ابھی بچی ہے بڑی ہوکر سدھر جائے گی بچہ ہے بڑا ہوکر سدھر جائے گا یہ آپ کے اندر سب سے بڑی غلط فہمی ہے) ورنہ وہ دن دور نہیں کہ آج کسی اور کی بیٹی مٹی پلید کرگئی ہے توکل آپ کا بھی نمبر آئے گا یاد رہے درخت جب چھوٹا ہوتو اسے جس طرف کریں گے ادھر ہی جائے گا وہیں پر وہی درخت جب بڑا ہوجائے تو اس کا رخ موڑنا مشکل ہوتا ہے اور پھر اسی راستے نکلتا ہے جیسے لگا یا تھا کچھ ایسا ہی حال اولاد کا ہے اور یہ حق ہے ماں باپ کا کہ ان کی تربیت کریں اس کے ذمہ دار کوئی اور نہیں آپ ہی ہیں اور انہیں موبائل فون دیکر گھر کی دیواریں اونچی کرنے سے کوئی فائدہ نہیں: کہا جاتا ہے جس گھر میں نوجوان لڑکیوں کے ہاتھ میں موبائل فون ہو اس گھر کی دیوار اونچی کرنا بے سود ہے۔

اے قوم کے رہبرو! اس کا حساب تم سے بھی لیا جائے گا اپنی قوم کی بیٹیوں کی عزت کا خیال کرو، آخری گزارش، خطباء اپنے خطاب میں لچھے دار تقریر قصہ کہانی واقعات بتانے سے باز آئیں کسی کی کرامت واقعات قصہ کہانی سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ آپ جن کی کرامت واقعات بیان کرنا چاہتے ہیں ذرا ان کی زندگی کیسے گزری کرامت کا ظہور کیسے ہوا آخر یہ مقام کیسے ملا اس منصب پر کیسے فائز ہوا اس پر اصلاحی گفتگو کی جائے تو قوم میں ضرور سدھار پیدا ہوگا ورنہ آپ سے بھی حساب لیا جائے گا اللہ آپ کو قوم کا رہبر اس لیے نہیں بنایا کہ قصہ کہانی سنا کر واہ واہ مچائیں اور اپنا جیب گرم کریں بلکہ اس لیے بنایا کہ قوم کی تبلیغ کریں قوم کو صحیح راستہ بتائیں ان کی دنیا و آخرت کی بھلائی کی فکر کریں ان میں سدھار کیسے ہوگا اس پہلو پر غور کریں۔

ائمہ حضرات اپنی رنگ جمانے کے لیے چیخم چیخ والی تقریر سے پرہیز کریں اور سنجیدہ لب و لہجہ میں اپنی بات لوگوں کے دلوں میں اتارنے والا پہلو اختیار کریں اور پیغام اسلام تعلیم اسلام تعلیم قرآن بزرگان دین کی زندگی کیسے گزری اسلام کی شہزادیوں کی قدر کیا ہے اسلام نے عورتوں کو کیا مقام دیا ہے اس پر بھر پور گفتگو کی جائے۔

ہر انسان اپنے ماتحت لوگوں کی تربیت مذہب اسلام کے مطابق کریں یقیناً سدھار آئے گا اور یہ کام برے وقت کے آنے سے پہلے کیا جائے ورنہ کف افسوس ملنے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا اور یہ دنیا دار آپ کا جانی ایمانی دشمن ہے اس سے ہوشیار رہیں یہ آپ کو مٹانے کی کوشش میں لگا ہے۔

میں نے سال بھر پہلے کہا تھا:

ترے دشمن زمانے سے مٹانے میں لگے ہم کو
ہمیں ایسے درندوں سے بچانا یا رسول اللہ

یہ درندہ صفت لوگ آپ کو مٹانے کی کوشش میں لگے ہیں خدارا اپنی حفاظت کے لیے مذہب اسلام کے دامن میں سمٹ جائیں صراط مستقیم پر گامزن ہوجائیں اور نماز و روزہ کی پابندی کریں ہر وقت صراط مستقیم پر چلنے کی دعا کریں گناہوں سے توبہ کریں اور کبھی بھی غلط قدم اٹھانے کی کوشش نہ کریں اللہ رب العالمین آپ کا محافظ ہے ضرور حفاظت کرے گا مدد کرے گا بس آپ دامن رسول سے وابستہ ہوجائیں دنیا کی کوئی مخالف طاقت آپ کا کچھ نہیں کرسکتی۔

اللہ ہمیں صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے ایمان و عقیدے کی حفاظت فرمائے قوم مسلم کے جان و مال، ایمان عزت و آبرو کی حفاظت فرمائے آمین ثم آمین

☆☆☆☆☆

نوائے سخن

غزل

یادیں جب ہوگئیں سب درد جگر میں تبدیل
سارے منظر بھی ہوئے ایک نظر میں تبدیل

جب تجھے سوچنے لگتا ہوں میں تنہائی میں
عزم ہوجاتے ہیں سب درد جگر میں تبدیل

پاس آتے ہی میاں کچھ یہ کھنکتے سکے
ہوگئے سارے ترے عیب ہنر میں تبدیل

ہم تو اس دور کے بچے ہیں جناب والا
عیب جس دور میں ہوتے ہیں ہنر میں تبدیل

ہند کے سارے خبر ساز ادارے اب تو
جھوٹ کو کر دیتے ہیں سچی خبر میں تبدیل

آج ہر کوئی جسے پودا سمجھتا ہے یہاں
ہوگا اک روز وہی ایک شجر میں تبدیل

دل لگا کر ذرا محنت تو کرو اے محسنؔ
ہو ہی جائے گی کسی دن وہ ثمر میں تبدیل

محسن دیناج پوری
ڈائریکٹر: وجدان نیشنل اسکول
گلاب پارہ بازار اسلام پور مغربی بنگال

غزل

بن بلائے بھی کبھی محفل میں جانا چاہئے
دوستوں میں خود کو یوں بھی آزمانا چاہئے

اپنی عزت ہی گنوا بیٹھا جو، اسکا دنیا میں
زندہ رہنے سے ہے بہتر مر ہی جانا چاہئے

تجھ کو سوچوں اور آجائے بلاوا اے اجل
موت بھی دنیا میں مجھ کو شاعرانہ چاہئے

میں تو کہتا ہوں سبھی کو روشنی کے واسطے
شمع بن کر ظلمتوں میں سر اٹھانا چاہیے

اس نے تو ترک تعلق دوستوں سے کرلیا
دشمنوں کے گھر بھی جس کو آنا جانا چاہئے

پھول بن کر کھل اٹھے ہرایک کانٹے
راہ کے جانب منزل قدم ایسے بڑھانا چاہئے

رونا دھونا بزدلوں کا ہے طریقہ اے نثارؔ
مسکراؤ تم کہ تم کو مسکرانا چاہئے

نثار دیناج پوری
صدر انجمن فروغ علم وادب اتر دیناج پور
رابطہ نمبر 9564116783

غزل

ہندی میں لکھتی ہیں غزلیں اردو کی
محفل میں گاتی ہیں غزلیں اردو کی

دوشیزہ جیسے ہو کوئی صحرائی
دل میں بس جاتی ہیں غزلیں اردو کی

غالب بھی عاشق ہیں جسکی زلفوں کے
مومن کو بھاتی ہیں غزلیں اردو کی

ہر مصرع آئینہ جیسے جذبوں کا
جذبوں سے آتی ہیں غزلیں اردو کی

اِس کے آگے کِس کا ٹِکنا ممکن ہے؟
ذہنوں پر چھاتی ہیں غزلیں اردو کی

کاروباری دنیا کی سب مایا ہے
فارن بھی جاتی ہیں غزلیں اردو کی

محبوبہ ہیں، سنگی ساتھی، ہمدم ہیں
بانہوں میں آتی ہیں غزلیں اردو کی

روشن جس کے دم سے احسانؔ ایواں ہے
دِیپک کی باتی ہیں غزلیں اردو کی

احسان قاسمی پورنیہ بہار
رابطہ نمبر: 9304397482

غزل

بھارت سے نفرتوں کو مٹائیں گے تاحیات
غنچے محبتوں کے کھلائیں گے تاحیات

اہلِ ستم کا کام ہے کرنا ستمگری
ہم تو خلوص و پیار لٹائیں گے تاحیات

اس کے لئے یہ جان بھی دینی پڑے اگر
ہم اس کی آن بچائیں گے تا حیات

مت بانٹ ہم کو مذہب و ملت کے نام پر
ہم مل کے سارا دیش چلائیں گے تاحیا ت

نفرت کی بیج بو کے سیاست نہیں چلی
چلتی ہے الفتوں سے چلائیں گے تاحیات

ظالم کا نورؔ تو بھی غَبَن ہر جگہ بتا
بھارت کے سارے لوگ بتائیں گے تا حیات

محمد مدبر عالم نور جامعی
نیا باڑی ڈمٹھی، اسلامپور، اتر دیناجپور
رابطہ نمبر:8546030102

غزل

ہوئی ہے تجھ سے ہی روشن مری حیات غزل
میں شادماں ہوں بہت تُو ہے میرے ساتھ غزل

کوئی بھی ہم کو جدا اس سے کر نہیں سکتا
ہمارا عشق ہے مذہب، ہماری ذات غزل

جگر کی، مِیر کی، غالب کی، آبرو تُو
ہے بیاں ہو مجھ سے بھلا کیا تری صفات غزل

جہاں میں چار سو پھیلی جو میری شہرت ہے
ہمیشہ اس میں رہا ہے ترا ہی ہاتھ غزل

مجھے بھی ہونا ہے اک روز روبرو اس کے
سنا ہے اس کی زباں کی ہے بات بات غزل

تو اپنی ذات سے ظلمت کدے منور کر
بکھیر ڈال یوں اپنی تجلیات غزل

یہ اتفاق ہے نازاںؔ! کہ بزم جاناں میں
سنا رہی تھی مرے دل کی واردات غز ل

نتیجۂ فکر
صدام حسین نازاں پورنوی پورنیہ بہار
رابطہ نمبر: 9065277474

غزل

بات یوں پھیلی ہے اب کے بازار میں
میں تباہ ہو گیا ہوں ترے پیار میں

آج تک تجھ سے کوئی خفا نہ ہوا
ہے غضب چاشنی تیرے انکار میں

یار مجھ پر نہ الزام ایسا لگا
نام میرا ملے کل کے اخبار میں

پوچھتے پوچھتے تم نے کیا پوچھ لی؟
تھوڑا قدگن لگا اپنی رفتار میں

راز مجھ کو میرا دل بتاتا نہیں
تم کو کیسے بتاؤں میں اک بار میں

کانچ توڑا ہے داورؔ نے دل تو نہیں
کیوں الجھتے ہو پاگل سے بیکار میں

میں کہوں کیا بھلا، دیکھ میری طرف
ضد ہے کوئی یا انا میری اسرار میں

جہانگیر داور منورہ کانکی
اتر دیناجپور بنگال
رابطہ نمبر: 9851918090

غزل

درد دل میں ابھی دبائے رکھو
اشک آنکھوں سے تم چھپائے رکھو

دشمنوں کے لئے اذیت ہے
تم تو لب پر ہنسی سجائے رکھو

رحمتِ مالکِ جہاں ہے جوش میں
اپنے ہاتھ دعاؤں میں اٹھائے رکھو

چاند تاروں کی شب نمائش ہے
تم بھی اپنے دیے بنائے رکھو

داستانِ الم پھر آکے کہنا
درد دل کا کچھ بچائے رکھو

دلنشیں خوب ہے تری محفل
میں ابھی آتا ہوں جمائے رکھو

شاخ سے ٹوٹنے والے پتے نہیں
بات یہ آندھی کو بتائے رکھو

روشنی سے مجھے ڈر لگتا ہے
اب چراغوں کو بجھائے رکھو

برق سے لڑنا ہے تمہیں داورؔ
موم کے کچھ سپاہی بنائے رکھو

جہانگیر داور
منورہ کانکی اتر دیناجپور بنگال
رابطہ نمبر:9851918090

رسالہ ہذا میں مضامین بھیجنے کی شرائط

۱۔ مضمون جیسا بھی ہو اپنا ہونا چاہئے چربی اور سرقہ نہ ہو۔
۲۔ مضمون ہمارے رسالے کے کالمز کے مطابق ہو غیر ضروری مضامین ضائع ہی رہیں گے۔
۳۔ نئے قلم کار حضرات مضمون بھیجنے سے پہلے کسی ماہر تحریر و قلم کو ایک بار ضرور دکھائیں تاکہ کچھ ادبی و لسانی خامیاں ہوں تو دور ہو جائیں۔
٤۔ عناوین الگ الگ ہوں تو ایک شخص کے ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ دو مضامین شائع کئے جاسکتے ہیں۔
٥۔ مضمون مختصر اور دلچسپ ہو اور دو صفحات سے زیادہ نہ ہو۔
٦۔ مضمون کمپوز ڈان پیج فائل یا ورڈ فائل ادارہ کے ای میل پر بھیجیں اور بھیج کر اطلاع ضرور دیں۔
۷۔ موبائل ٹائپ شدہ مضامین، آرا و خیالات، تاثرات، sms اور نعت و غزل واٹس ایپ پر بھی بھیج سکتے ہیں۔
۸۔ ہمارے محبان قرطاس و قلم نوٹ کرلیں سہ ماہی میرا وجدان اسلام پور کو کسی بھی طرح کی کسی سرکاری ادارے کی مالی مدد نہیں ہے اس لئے ممبر شپ ضرور قبول کریں اور ہر نئے شمارہ کی 5 تا 10 کاپی خرید کر دوست احباب میں ضرور تقسیم کریں۔ ادارہ

نوائے ادب

ماں اور ممتا

عبدالواحد مخلص
اسلام پور ہائی اسکول
رابطہ نمبر:9933127006

موسم خزاں کا آغاز تھا۔ٹھنڈی ہوا کے ساتھ ہلکی دھوپ اچھی لگنے لگی تھی۔صحت خراب رہنے کی وجہ سے نیلوفر دوڑی ہوئی بستر پر آ گئی ۔ پیلا منہ، روکھے بال، پھیکی پھیکی آنکھیں اور خشک لب اس بات کا شاہد تھا کہ وہ کچھ دیر بعد ''ماں'' سے بننے والی تھی۔

ٹیں ،ٹیں ٹیں!! اچانک کمرے سے بچے کے رونے کی آواز آئی۔ کمرے سے نکل کر ایک عورت نے کہا ''مبارک ہولڑکی ہوئی ہے'' ندیم خوشی سے جھوم اٹھا اور دوڑے ہوئے کمرے میں آ کر نیلوفر کے رخساروں کو چوم لیا۔ پھر اس نے بچی کو دیکھا اور گود میں اٹھا کر اسے بوسہ دیا۔

فرحت کو جنم دے کر نیلوفر کی طبیعت دن بدن خراب ہوتی گئی۔ماں کی چھاتی بچی کو دودھ پلانے سے قاصر رہی۔اس کی تکلیف بڑھتی گئی اور وہ برداشت نہ کر سکی آخر کار پیدائش کے ڈیڑھ ماہ بعد اس بچی کی ماں کا انتقال ہو گیا۔

ٹیں، ٹیں ٹیں!! بچی کے رونے کی آواز گھر کی چہار دیواری سے ٹکراتی رہی اور ندیم ایک زندہ لاش کی مانند اپنی ناتواں شانوں پر اپنی ننھی سی کلی کو اٹھالیا۔اس طرح دنیا میں کتنے آدمی ایسے پیدا ہوئے ہیں جن کی دیکھ بھال جنگلی پھولوں کی طرح قدرت خود کیا کرتی ہے۔طوفان آتے ہیں تیز دھوپ اور بارش کی بوچھار پڑتی ہے لیکن......وہ بڑھتے ہی رہتے ہیں۔ بڑھتے ہی رہتے ہیں۔

ایک جھولا پر انگوٹھا چوستی ہوئی وہ بچی سبھوں کی دلچسپی کا مرکز تھی۔کبھی کوئی کپڑے بدل دیتا اور کبھی کوئی منہ میں دودھ کی بوتل لگا دیتا اور جب کبھی بھوک سے بے طرح چلانے لگتی تو تو ایک رحم دل ہمسائی اسے اپنی سوکھی چھاتی سے دودھ پلانے لگتی۔ ماں کے پیار سے محروم وہ بچی کچھی دُوب کی طرح دن بدن نکھرتی چلی گئی۔

وقت ہوا کے دوش پر محوِ پرواز رہا۔اب فرحت پانچ سال کی ہوگئی تھی۔ ان کی مخور آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے تیرنے لگے تھے۔آج وہ ماں، ماں کہہ کر رورہی تھی۔ ندیم کیا کرتا۔اپنی ننھی سی کلی کو جھوٹی تسلی دیتا رہا کہ تمہاری ماں کو اللہ میاں نے بلالیا ہے۔ آجائیگی۔ ندیم سسکتا رہا۔فرحت کی باتیں روح کی پنہائیوں میں پھیلتی رہی۔

شام ہو رہی تھی ،ندیم ایک زندہ لاش کی مانند ادھر اُدھر بھٹکتا رہا۔اس کے قدم موت کے تاریک وادیوں کی سمت بڑھ رہے تھے۔موت کے بھیانک شعلے لپک لپک کر اس کی طرف آ رہے تھے۔اچانک اس کی نظر تبسم پر پڑی۔ تبسم وہی لڑکی تھی جسے ندیم نے چاہا تھا کبھی ......تبسم کے پاس اپنا کردار تھا، نسوانی عظمت تھی،مشرقی خودداری اور حسن تھا۔

تبسم! مجھ کو پہچانو، میں وہی ندیم ہوں، دیکھو مجھے۔غموں کا انبار آج میرے سر ہے۔ پھر ندیم نے شروع سے آخر تک تبسم سے ساری باتیں کہہ ڈالی۔تبسم کی آنکھیں بھی اشکبار تھیں۔ کیونکہ اس کا محبوب غموں کی صلیب پر لٹک رہا تھا۔

تبسم کو ندیم سے نہیں لیکن فرحت سے پیار ہو گیا تھا اور اپنے آنسوؤں کو آنچل کا سہارا دیتے ہوئے ندیم کے ساتھ فرحت سے ملنے نکل پڑی۔ ماں، ماں، ماں! آسمان پر اڑتے ہوئے بیلون کو دیکھ کر فرحت چلا رہی تھی اور وہ دونوں ایک کنارے سے دیکھ رہے تھے۔لیکن فرحت بولتی جا رہی تھی......تم خط پہونچانے کا کام کرتے ہونا؟ اللہ میاں......کل ہم بھی کھت (خط) بھیجیں گے۔ میری ماں کو بھیج دینا۔ میری ماں کو بھیج دینا۔فرحت بولتی ہوئی اپنے گھر کی طرف چلی گئی۔

تبسم دیکھ نہ سکی۔اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔رخساروں پر آنسوؤں کے قطرے جھلملانے لگے۔اس کا پھول جیسا شگفتہ چہرہ،خزاں رسیدہ پھولوں کی طرح مرجھا سا گیا۔

وقت کا مسافر لمبا لمبا ڈگ بھرتا رہا۔کئی خط فرحت بھیج چکی تھی۔ آج پھر

وہ رو رہی تھی اور چلا چلا کر کہہ رہی تھی ’’مجھے بیلون لا دو، مجھے بیلون لا دو‘‘ میں اللہ میاں کے پاس پھر سے کھت (خط) بھیجوں گی۔ اس نے میری ماں کو کیوں نہیں بھیجا۔

ندیم کی آنکھوں میں آنسوؤں کا ایک سمندر لے کر بازار گیا اور ننھی سی فرحت کے لئے بہت سارے بیلون لے آئے اور ننھی فرحت اللہ میاں کے نام خط لکھ رہی تھی۔

’’ہمارے اچھے اللہ میاں!‘‘ میں آپ کو سلام نہیں کروں گی۔ میری امی کو کیوں نہیں بھیجا اور خط کا جواب کیوں نہیں دیا؟ کیا آپ ہم سے ناراج (ناراض) ہیں۔ میری ماں کو بھیج دینا۔ میں نے ابھی اپنی امی کو دیکھا ہی کہاں ہے اور آپ نے اسے بلا لیا۔ کیا آپ کی ماں نہیں ہے؟ آج میں انتجار (انتظار) کروں گی۔ اگر نہیں آئی تو میں خود آ جاؤں گی۔ اپنی ماں سے ملنے کے لئے۔ میری ماں مجھے بہت یاد آتی ہے۔ کیا میری ماں مجھ کو یاد کرتی ہے اللہ میاں؟ اچھا! میری ماں کو سلام کہنا۔

ایک بیٹی......فرحت خط پڑھ کر ندیم کا چہرہ فق ہو گیا۔ بیلون آسمان کی طرف جا تا رہا اور فرحت اڑتے ہوئے بیلون کو صرف دیکھتی رہی۔ صرف دیکھتی رہی۔ اور ندیم......اپنے تھرتھراتے قدموں سے تبسم کے گھر کا راستہ لیا۔

’’تبسم! میری بچی کو بچا لو!۔ میری بچی ’ماں‘ چاہتی ہے۔ صرف ماں۔ میری بچی کی خوشی میری جھولی میں ڈال دو۔ میں روح کی شانوں پر جسم کی لاش اٹھائے پھر رہا ہوں۔ میری بچی کی خوشی لوٹا دو۔ وہ ماں چاہتی ہے صرف ماں۔ فیصلہ تیرے ہاتھ میں ہے تبسم۔ اپنی خوشی چاہئے یا فرحت کے معصوم دل کی مسرت؟؟ تبسم کی آنکھوں کے پیمانے چھلک جانے کو تھے لیکن اس نے اس چھلکتے ہوئے پیمانوں کو ساڑی کی آنچل کا سہارا دے دیا۔ وہ ابھی سوچ کے تانے بانے میں الجھی ہوئی تھی کہ نوکر نے آ کر کہا......’’حضور! فرحت غائب ہے‘‘۔

دس افراد کا ایک چھوٹا سا کارواں فرحت کو تلاش کرنے میں محو تھا۔ ندیم کے چہرے پر پسینہ تھا اور تبسم کے آنکھوں میں آنسو۔ لیکن فرحت اس سے دور بہت دور ندی کنارے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ لگتا تھا آسمان کی سُرخی اسے بلا رہی ہو۔ اچانک ایک بیلون کو اُڑتا ہوا دیکھا۔ میرے خط کا جواب آ گیا۔ میرے خط کا جواب آ گیا کہہ کر اچھلتی رہی۔ بیلون اوپر اڑ رہا تھا، نیچے ندی بہہ رہی تھی۔ فرحت کو اپنی آغوش میں لینے کے لئے بڑھتی رہی۔ آخر کار...... سمندر کی ایک بھاری اچھال آئی اور معصوم فرحت کو بہا لے گئی۔ حیات کے مضراب کا آخری تار بھی ٹوٹ گیا اور وہ ...... بڑی سرعت سے موت کی سرحدوں میں داخل ہو گئی۔

تلاش کردہ کارواں موجوں کے تھپیڑے کھاتے رہے اور موجیں انہیں بھی اپنی آغوش میں لیتی رہی۔ فرحت کو تو اپنی ماں کے پاس جانا تھا۔ شاید اس کی ماں نے اسے بلا لیا، اس کی ماں نے اسے بلا لیا۔

☆☆☆☆☆

افسانہ:........سوتیلی ماں

افسانہ نگار: آصف جمیل امجدی یوپی
رابطہ نمبر:6306397662

ایک وقت آئے گا ہم زندگی کے سفر میں مڑ کر واپس دیکھیں گے بیٹھ جائیں گے اور کہیں مسکرا دیں گے کہیں رو پڑیں گے، دیکھیں گے کتنا کچھ بدل چکا ہے۔

پھر خیال آئے گا کس سے رشتہ جوڑا تھا کسی سے منہ موڑا تھا کس کو درد دیا تھا کس نے سہارا دیا سوچیں گے زندگی کا چھوٹا سا سفر تھا کون اپنا بن کر زندگی میں آیا تھا کس نے ہمیں اپنا بنایا تھا ان سب سوچوں میں ایک ٹھیس اٹھے گی دل میں جس کا ہمیں بہت پچھتاوا ہوگا۔ وہ کوئی ایسا کام ایسا فیصلہ یا کوئی ایسا انسان ہوگا جس کو آپ نے کھویا ہوگا یا جس کو آپ نے قبول کیا ہوگا آپ آہ بھریں گے اور زندگی کے سفر کو بے بس بیٹھے دیکھتے رہیں گے اس نے اپنے ماں باپ کو ہمیشہ جھگڑتے دیکھا تھا۔

سحر ابھی 5 سال کی تھی کہ دیکھا کرتی تھی، باپ ماں کو بری طرح مارا کرتا تھا۔ سحر کی ماں اپنے شوہر کا ظلم برداشت نہ کر سکی اور ایک دن سحر کو چھوڑ کر عذاب سے بچ کر دنیا چھوڑ گئی۔

سحر پہلے جو ماں کی گود میں سویا کرتی تھی اب وہ گود ہمیشہ کے لیئے چھین گئی تھی۔ سحر 6 سال کی تھی ابھی باپ نے دوسری شادی کر لی سحر پہ قیامت گرنا باقی تھی چھوٹی سی سحر ننھے منے سے ہاتھ اس کو ابھی نہ اچھے کا علم نہ برے کا کچھ پتا تھا۔ چھوٹی سی عمر میں یہ بھی نہ پتا تھا ماں کہاں گئی ہے۔ باپ نے دوسری شادی کر لی لیکن سوتیلی ماں سوتیلی ہی ہوتی ہے۔

عورت جانور بن جائے تو کتنی خوفناک ہوتی ہے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں نے مردوں کو درندہ بنتے دیکھا تھا۔ لیکن عورت کا ایسا روپ روح کانپ اٹھے۔ سحر کو نہ ابھی خود کھانا آتا تھا نہ کپڑے پہننا ابھی تو باتیں بھی ٹھیک سے کرنا نہ آتیں تھیں باپ اپنی نئی بیوی کے حسن میں کھویا ہوا تھا اس کو بیٹی یاد بھی نہ رہی بے حال لاوارث کی طرح گھر میں پڑی رہتی۔

سارا دن گھر میں کھیلتی رہتی جب ماں زندہ تھی تو سحر کو اپنی گود میں بٹھا کر کھانا کھلاتی دودھ گرم کر کے اپنے ہاتھوں سے پلاتی اب تو ماں کہاں تھی اب وہ چھوٹی سی معصوم سحر صبح سے شام ہو جاتی کھیلتی رہتی۔ کھیلتے کھیلتے وہی زمیں پہ پڑی سو جاتی کپڑے گندے بکھرے ہوئے بال بے حال زمیں پہ پڑی ہوتی۔ باپ کو کیا احساس تھا کہ ایک بیٹی بھی پیدا کی ہوئی وہ اپنی نئی بیوی کی بانہوں میں مدہوش رہتا۔

سحر کو بھوک لگتی تو توتلی سی زبان میں بولتی۔ مجھے تھانا دو...... مجھے دودھ بھی دو۔ وہ سوتیلی ماں انگارے بھرے لہجے میں پلیٹ میں روٹی رکھ کر دیتی اور کہتی جا..... وہاں بیٹھ کر کھالے جا کر۔ سحر کھانا کھاتی پھر دودھ کی ضد کرتی اس کو کیا پتا تھا ماں اب نہیں ہے جو سینے سے لگالے گی۔

آج پہلا دن تھا سحر رو رہی تھی ضد کر رہی تھی مجھے دودھ کپ میں ڈال کر دو گرم کر کے۔ سوتیلی ماں نے ایک آواز دی نہیں ہے دودھ بھاگ جا کمینی یہاں سے۔ سحر نے چیخنا رونا شروع کر دیا جب ماں زندہ تھی، تب اگر ماں کوئی بات نہ مانتی تھی تو سحر ماں کو چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے مارا کرتی تھی اس بار اس نے سوتیلی ماں کو مارا ہی تھا سوتیلی ماں نے زوردار تھپڑ سحر کو مار دیا سحر دیوار کے ساتھ ٹکرائی اور بے ہوش ہوگئی اس کو کیا پتا تھا کہ برداشت کرنے والی ماں نہیں ہے اب۔ سحر کو ہوش آیا وہ وہیں پڑی تھی اس کو سوتیلی ماں سے ڈر لگنے لگا تھا۔ اس کو بخار ہو چکا تھا سحر کو کیا پتا تھا سر درد کیا ہوتا ہے بس بخار سے بے حال تھی چھوٹی سی بچی ماں کے بعد کس کے رحم و کرم پہ رہتی سحر نے ایک دن باپ سے کہا پاپا مجھے یہ گندی آنٹی مارتی ہے باپ نے کہا تم بات مان لیا کرو ضد نہ کیا کرو۔ سوتیلی ماں جانے کیوں اتنی ظالم ہو جاتی ہے۔ اب سحر 10 سال کی تھی اور وہ اتنا ڈرتی تھی سوتیلی ماں سے، کہ آواز تک نہ نکلتی تھی کبھی گھر کا سارا کام برتن دھونا کھانا بنانا سب کچھ 10 سال کی سحر کے ذمہ تھا۔

باپ ماں کے لیئے بیرون ملک چلا گیا سحر سوتیلی ماں کے رحم و کرم پہ تھی۔

سحر روتی جاتی اور دعا کرتی یا اللہ میری امی کو واپس بھیج دو مجھے بہت مارتی ہے یہ

آنٹی۔ سحر کی دعائیں شاید قبر تک جاتی ہوں اور ماں تڑپ اٹھتی ہو۔ ایک دن سوتیلی ماں نے کہا سحر میرے کپڑے استری کر دو۔ سحر بکھرے ہوئے بال پرانے سے کپڑے پہنے ہوئے، اس کو اپنی ہوش کہاں تھی چھوٹی سی عمر میں ظلم ڈھائے جا رہے تھے کپڑے استری کرتے ہوئے اس کا بازو 3 جگہ جل گیا ل۔ آنسو آنکھوں سے نکل رہے تھے درد سے بے حال تھی لیکن سوتیلی ماں کا ڈر بھی تھا درد اتنا شدید تھا کے قمیص جل گئی ماں کو پتہ چلا اس نے تھپڑ مار مار کر سحر کا برا حال کر دیا۔ سوتیلی ماں غصے سے کہنے لگی:

وہ کُتیا خود تو مر گئی تم کو چھوڑ گئی میرے سر پہ بوجھ، تم بھی مر گئی ہوتی تو اچھا ہوتا۔ سحر کو کوئی سینے سے لگانے والا نہیں تھا کوئی نہیں کہتا تھا میری بچی بس کرو کام تھک گئی ہو گی 15 سال کی ہوئی تو سوتیلے بھائی بہن سکول جاتے تھے۔ سحر دیکھتی ان کو ان کی ماں اپنے ہاتھوں سے تیار کرتی کھانا کھلاتی سینے سے لگاتی۔ سحر بہت رویا کرتی امی جان تم بھی زندہ ہوتی تو میں بھی سکول جاتی میں بھی آپ کے سینے سے لگتی میرے نخرے اٹھاتی وہ آنسو صاف کرتی اور گھر کے کام کرنے لگتی۔

اس گھر میں ایک نوکرانی سے زیادہ کوئی اہمیت نہ تھی سحر کی۔ 2 سال بعد باپ بیرون ملک سے گھر آیا سب بچے بہت خوش تھے سحر بھی بہت خوش تھی۔ باپ نے سب کو سینے سے لگایا لیکن سحر کو نہ لگایا۔ سحر اس دن منہ دھویا تھا پرانے سے کپڑے جو عید پہ پہنتی تھی باپ کی خوشی میں پہنے تھے لیکن باپ نے ایک نظر محبت کی سحر کی طرف نہ دیکھا تھا۔ سحر خاموش دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔

باپ اپنے دوسرے بچوں کو چوم رہا تھا دو بیٹیاں ایک بیٹا تھا سب کے لیئے کچھ نہ کچھ لے کے آیا تھا سحر بہت خوش تھی کے بابا میرے لیئے بھی کچھ لے کے آئے ہوں گے سب کا باری باری سامان نکالا یہ بیٹی کے ڈھول یہ دوسری بیٹی کی ڈھول یہ بیٹے کے لیئے ویڈیو گیم۔ سحر خاموش تھی کے شاید اب میرا بھی نام لیا جائے لیکن اس کو سوتیلی ماں نے کہا جاو اپنے باپ کے لیے کھانا لگاو سحر خاموش ہوگئی بے جان سا جسم اب خدا سے کوئی شکوہ بھی نہ کیا کرتا تھا سحر ماں کی یادوں میں زندہ تھی بس اکیلی بیٹھی ماں سے باتیں کیا کرتی تھی شکایت کیا کرتی تھی کمرے میں بیٹھی تھی کہہ رہی تھی امی جان دیکھو بابا سب کے کچھ نہ کچھ لے کے آئے ہیں مجھے کچھ بھی نہیں دیا وہ ماں کی چوڑیاں سنبھال کر رکھی ہوئی سینے سے لگا کر چومنے لگی۔ ماں کے بنا کون پوچھتا ہے بچوں کو سوتیلی ماں نے بہت ظلم ڈھائے سحر پہ۔

سحر 22 سال کی ہو چکی تھی ایک دن سحر گلی میں کسی سے باتیں کر رہی تھی ماں نے الزام لگا دیا کہ یہ کسی لڑکے سے باتیں کرتی ہے سحر نے قسمیں دیں لیکن وہ بدبخت عورت نہ مانی اس نے سحر کو بالوں سے پکڑا اور مارنا شروع کیا سحر چیخ چیخ کر تو رہی تھی محلہ اکٹھا ہو گیا سوتیلی ماں نے اس کی عزت کی دھجیاں اڑا دیں کہنے لگی یہ بدچلن ہے کُتی۔ سحر زمیں پہ بیٹھ گئی سر سے خوں بہہ رہا تھا۔ آج ٹوٹ گئی تھی سحر محلے والے خاموشی سے سب چلے گئے سحر کا دل چاہا قبرستان جائے اور ماں کو قبر سے نکال کے پوچھے امی میرا قصور کیا تھا؟ کیوں کیا میرے ساتھ ایسا؟ مجھے پیدا کر کے چھوڑ کے چلی آئی ہو دیکھو آج میری عزت بھی نیلام کر دی گئی۔

رات کا وقت تھا بیرون ملک سے ایک فون آیا سوتیلی ماں نے فون اٹھایا اور بتایا گیا ہے آپ کے شوہر کا ایکسیڈینٹ ہوا ہے۔ کل ان کو ہندوستان بھیجا جائے گا سوتیلی ماں تڑپ تڑپ کر رونے لگی دوسرے دن باپ گھر آیا ایمبولینس میں۔ ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی بس ایک زندہ لاش تھا اب سحر نے دیکھا باپ کی ایسی حالت وہ رونے لگی (بیٹی کو باپ کی فکر ضرور ہوتی ہے) دن گزرتے گئے گھر میں بھوک کا آسیب ہونے لگا سوتیلی ماں کو کچھ نہ سوجھ رہا تھا ایک دن اس کو ایک عورت نے بتایا تمہاری وہ بیٹی جوان ہے تم کو پیسوں کی بھی ضرورت ہے ایک خاندان ہے ان کا بیٹا اندھا ہے 2 لاکھ روپے تک دلا دیتی ہوں ان سے اپنی بیٹی کی شادی ان کے اندھے بیٹے سے کروا دو۔

سوتیلی ماں نے سوچا سودا تو فائدے کا ہے، اس نے سحر سے کہا تمہارا رشتہ کر دیا ہے میں نے شادی ہے تمہاری 10 دن بعد۔ سحر نے پوچھا لڑکا کون ہے؟؟؟؟؟؟ سوتیلی ماں نے کہا تمہارے لیئے اچھا ہی ہے بس، چپ رہو۔ شادی کے ایک دن پہلے سحر کو پتہ چلا اس کا ہونے والا شوہر اندھا ہے اور سوتیلی ماں نے بیچا ہے اسے۔ وہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔ یا اللہ مجھ پہ رحم کر میں خودکشی کر

لوں گی۔

اب شادی کا دن تھا بارات آئی ہوئی تھی۔سحر اپنی ماں کو یاد کر رہی تھی۔ باپ چارپائی پہ پڑا تھا سحر باپ کے پاس گئی باپ نے پاس بیٹھ کر بےبسی سے دیکھتی رہی بارات آ گئی، نکاح کا وقت تھا، کہ دولہے کو اچانک ہارٹ اٹیک ہوا اور وہی پہ مر گیا۔ ہر طرف ماتم بچھ گیا۔اب شادی کا سارا انتظام تھا سحر دلہن بنی بیٹھی تھی اسی اندھے لڑکے کا دوسرا بھائی جو بینک میں مینیجر تھا اس نے سحر کو دیکھا ہوا تھا سحر بس حالات کی ماری تھی ورنہ وہ بے حد خوبصورت تھی بڑی بڑی آنکھیں پنک کلر کا گال لمبے گھنے چمکدار بال۔اس لڑکے نے اپنی ماں سے کہا۔امی !اگر اب اللہ کا خوف ہے تو کسی کی بیٹی کی زندگی کو داغ نہ لگاؤ میرا نکاح کروا دو سحر سے۔

سب نے فیصلہ کیا ٹھیک ہے۔سحر کا نکاح دولہے کے بھائی سے کروا دیتے ہیں۔سحر کی شادی اس بینک مینیجر جواد سے ہوگئی جواد بہت نیک دل انسان تھا چونکہ سحر پڑھی لکھی نہیں تھی لیکن زندگی بھر کے درد ستم نے اسے میچور سمجھدار بنا دیا تھا۔جواد بے پناہ محبت کرتا تھا سحر سے۔سحر کو سینے لگا تا سحر اپنا ہر دکھ بھول جاتی جواد سحر کی وفاداری اور محبت کے سامنے ہار جاتا، کچھ عرصہ بعد اللہ نے ان کو بیٹا دیا۔سحر کا اب اپنا گھر تھا گاڑی تھی خوشیاں تھی بے حد چاہنے والا شوہر تھا ایک دن سحر باپ کے گھر گئی دیکھا باپ ٹوٹی ہوئی چارپائی پہ پڑا ہے ماں گھر پہ نہیں ہے۔گھر کا برا حال ہے۔باپ ہل نہ سکتا تھا پیخانے سے کپڑے گندے تھے مکھیوں نے گھیرا ہوا تھا۔سحر رونے لگی باپ کا ماتھا چوما کہنے لگی بابا آپ کی محبت کی ایک نظر کو ترس گئی تھی آپ کی بیٹی۔آپ دونوں کی ضد کی وجہ سے میں برباد ہوگئی تھی آپ اور امی لڑتے تھے اور امی دنیا چھوڑ گئی اور آپ نے مجھے زندہ ہوتے ہوئے بھی مار دیا۔بابا بیٹیوں کے ساتھ ایسا نہیں کرتے جواد پاس کھڑا تھا...... دلاسہ دیا سحر کو۔سحر نے باپ کو نہلایا بال سنوارے نئے کپڑے پہنائے کھانا کھلایا اتنے میں سوتیلی ماں آ گئی جو لوگوں کے گھروں میں نوکرانی بن کے کام کرتی اور بچوں کو پال رہی تھی۔سحر روتے ہوئے کہنے لگی دعا کرنا ماں تمہاری بیٹی یا بیٹے کی کوئی بیٹی ہو اور اس کی سوتیلی ماں ہو اس پہ مجھ سے ظلم ڈھائے جائیں۔سوتیلی ماں چیخ چیخ کر رونے لگی بیٹی مجھے معاف کر دے۔سحر وہاں سے چلی گئی۔

(نوٹ) اپنی انا کی جنگ میں بچوں سے غافل ہونے والے میاں بیوی اس کہانی کو پڑھ کر کچھ سیکھ لو اگر غیرت زندہ ہے تو۔اللہ سب کچھ دیکھتا ہے وہ بہتر انصاف کرنے والا ہے بس ظلم کرنے والو اپنی باری کا انتظار کرو۔

☆☆☆☆☆

بت شکن (افسانچہ)

محمد طیب علی فرقانی
(استاذ کانکی ہائی اسکول چاکولیہ)
رابطہ نمبر:6294338044

طیب فرقانی جب اس نے اس ضخیم کتاب کی آخری سطر پر پہنچ کر سر اٹھایا تو اس کے ہاتھ میں نوکیلی کلہاڑی تھی۔ ہزاروں صفحات کی کتاب پڑھتے پڑھتے وہ نہ صرف یہ کہ مزید تروتازہ ہوگیا تھا بلکہ اسے احساس ہوا کہ اس کے اردگرد کئی ایک بت خانے ہیں، جن کے بتوں کو توڑا جانا بہت ضروری ہے۔ کلہاڑی پر اس کی پکڑ مزید سخت ہوگئی۔ وہ مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا اٹھا اور اپنے سب سے نزدیکی بت خانے میں داخل ہوگیا۔ اس نے گھڑی پہ نگاہ ڈالی۔ وقت کم تھا اور بت خانے میں چھوٹے بڑے ہزاروں بت تھے۔ سب کو توڑنا اس کے لئے ممکن نہ تھا۔ اس نے ہزاروں صفحات کی اس کتاب میں پڑھا تھا کہ چھوٹے بتوں کی روحیں بڑے بتوں کے عکس سے جلا پاتی ہیں۔ بڑے بتوں کو توڑنے سے چھوٹا بت خود بخود پگھل کر معدوم ہوجاتا ہے۔ اس نے بڑھ کر نسبتاً ایک بڑے بت کے شانے پر زوردار حملہ کیا۔ جھناک کی زوردار آواز کے ساتھ بت گر گیا۔ بت خانے سے عجیب سی جھنجھناہٹ اٹھی۔ جھنجھناہٹ اعصاب کو متاثر کرسکتی تھی لیکن ہزاروں صفحات کی اس کتاب میں ایسے مواقع سے بچنے کا ٹوٹکا موجود تھا۔ اس نے ایک لمبی سانس لی اور ٹوٹکا آزما کر خود کو مزید توانا محسوس کیا۔ اس نے دیکھا کہ ہزاروں صفحات میں لکھی ہر بات درست ہوتی جارہی تھی۔ اس کا نشہ لطف دے رہا تھا۔ اس نے چن چن کر بتوں کو ڈھانا شروع کردیا۔ بڑے بتوں کے ڈھہہ جانے کے ساتھ چھوٹے بت موم کی طرح پگھل جاتے تھے۔ ہر بت کے ڈھہہ کر گرنے کے بعد جھنجھناہٹ کا شور ضرور اٹھتا تھا، کبھی ہلکا، کبھی تیز......اور ہر بت کو گرا کر اس کا نشہ مزید لطف دیتا تھا۔ ٹوٹکے اتنے کارگر تھے کہ بعد میں اسے ٹوٹکے نہیں کرنے پڑے۔ دھیرے دھیرے بت خانے کے بہت سے بڑے بت گر کر چور ہوگئے۔ چھوٹے بت موم کی طرح پگھل کر رہ گئے۔ بتوں کی کرچیوں کی آواز موسیقی میں بدل جاتی تھی اور پگھلے موم اس کے جام کو اتنا لبریز کر گئے کہ اس کا ذہن گھڑی کی سوئیوں کی ٹک ٹک کی طرف نہیں گیا۔ بہت سا وقت صرف ہوگیا۔ تھوڑا وقت بچا تھا کہ اچانک اس کی توانائی ختم ہونے لگی۔ جیسے منزل کے قریب پہنچ کر گاڑی کے فیول کی سوئی سرخ رنگ کے نشان پر لٹکنے لگتی ہے۔ بہت وقت سے ٹوٹکے استعمال نہیں کرنے سے اب ٹوٹکوں کی تاثیر بھی جاتی رہی۔ اس نے اسکلیٹر پر اپنی گرفت مزید سخت کی۔ گاڑی کی گڑگڑاہٹ تکلیف دہ حد تک بڑھ گئی۔ اس نے ہزاروں صفحات کی اس کتاب کے اوراق کو ذہن میں دہرانے کی کوشش کی۔ لیکن بہت سا وقت گزر جانے کی وجہ سے اوراق کرم خوردہ ہوگئے تھے۔ واپسی کی دو ہی صورتیں تھیں۔ یا تو سارے بتوں کو توڑ کر بت خانے کو پاک کردیا جائے یا سارے بتوں کو سالم صورت میں اپنی جگہ قائم کردیا جائے۔ وقت رہتے دوسری صورت ہی اسے کارگر نظر آئی۔ اس نے ٹوٹے بتوں کی جگہ دوسرے بت بنانے شروع کردیئے۔ لیکن ہر بت اسی وقت تک باقی رہتا جب تک کہ اس کا اپنا عکس ان پر پڑتا رہتا۔ اس نے ایک خاص مقام چن کر بڑا سا چبوترہ بنایا۔ پھر ٹوٹے بتوں سے خالی مقام کو جلد از جلد پر کردیا اور خود چبوترے پر جا کر دوسرے بتوں پہ جیسے ہی اپنا عکس ڈالا گھڑی کی سوئیاں آخری بار تھرتھرائیں اور خاموش ہوگئیں۔ دور کہیں ایک شخص ہزاروں صفحات کی ایک کتاب پر جھکا ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆

جہانگیر نایاب:

ہوا کے خلاف کے حوالے سے

محمد طیب علی فرقانی (استاذ کانکی ہائی اسکول چاکولیہ)

رابطہ نمبر:6294338044

طیب فرقانی "شاعری کیا ہے؟ شاعری جذبات کی دل آویز موسیقی ہے۔ احساسات کی حسین مصوری ہے۔ تخیل کا ایک رقص دل فریب ہے۔ وہ جنت نگاہ ہے اور فردوس گوش بھی۔ اس کا اثر دل و دماغ دونوں پر ہوتا ہے۔ وہ حواس کے تاروں کو چھیڑتی ہے اور روح پر سرخوشی بن کر چھا جاتی ہے۔ وہ جذب وعشق کی ایک لغزش مستانہ ہے۔ عقل وشعور کا یک حسین ارتعاش ہے۔ حسن وجمال کی ایک دل موہ لینے والی لطیف تھرتھراہٹ ہے۔" (ڈاکٹر عبادت بریلوی، شاعری کیا ہے، لاہور، ۱۹۸۹، ص:۹)

یعنی شاعری میں جذبات، احساسات، تخیل، جذبہ، عقل وشعور اور حسن و جمال کی ملی جلی کیفیت پائی جاتی ہے۔ کسی شاعر کے یہاں کوئی کیفیت کم کوئی کیفیت زیادہ ہوتی ہے۔ کسی کے احساسات کا پلڑا بھاری ہوجاتا ہے، کسی کا تخیل حاوی ہوجاتا ہے۔ کوئی عقل وشعور زیادہ کام میں لاتا ہے تو کوئی جذبے پر زیادہ توجہ مرکوز کرتا ہے۔ اور کوئی اپنے فن کا ہنر دکھانے پر زور دیتا ہے۔ اسی طرح ایک شاعر دوسرے سے ممتاز ہوتا جاتا ہے۔ اردو شاعری میں غزل کو قلب کی حیثیت حاصل ہے۔ غزل کے تعلق سے ڈاکٹر عبادت بریلوی نے ایک ایرانی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

کسی قدیم ایرانی نے غزل کی تعریف یہ کی ہے کہ غزل کا تعلق اصل میں غزال سے ہے۔ غزال کو جب شکاری شکار کرنے کی غرض سے تیر مارتے ہیں اور غزال زخمی ہوکر بھاگتا ہے تو اس عالم میں اس کے قدم تیز سے تیز تر ہوجاتے ہیں۔ وہ چوکڑی بھرتا ہے لیکن شکاری اس کا پیچھا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ زخم کی تکلیف سے بے دم ہوکر گر جاتا ہے۔ شکاری اس کے قریب پہنچتے ہیں، اس وقت غزال کی آنکھوں میں جو حسرت ہوتی ہے اس کا نام غزل ہے۔ یہ تعریف غزل کے مزاج کو بڑی حد تک واضح کر دیتی ہے۔ درحقیقت اس میں غزال کا تیر کھانا، تیر کھا کر زخمی ہونا، زخمی ہوکر گرنا، گر کر تڑپنا، تڑپ کر جان دے دینا اور جان دے دینے کے عالم میں نہ جانے کیا کیا کچھ سوچنا، اس سب باتوں میں درد وکرب، مایوسی و ناکامی اور حزن ویاس کی جوملی جلی کیفیات ہیں، ان کا تعلق غزل اور اس کے مزاج سے ہے۔ (ایضا،ص:۶۲)

سیمانچل کے نوجوان شاعر جہانگیر نایاب کے پہلے شعری مجموعے (ہوا کے خلاف) میں یاس وغم اور محرومی کی فضا حاوی ہے۔ اور یہ حزن وملال ومحرومی ان کی ذات کے محور پر گردش کرتی ہے۔ اس عمل کو انکشاف ذات اور خلق کی آگہی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ایک شعر دیکھیں:

بچھ گئے خار اس میں بھی نایاب
میں نے رستہ جو اختیار کیا

اس شعر میں 'میں' ذات ہے اور اس کے ہر راستے میں خار بچھانے والی مخلوق اسے محرومی و مایوسی سے دوچار کرتی ہے۔ ایسے اشعار ان کے مجموعے میں شامل تقریبا ہر غزل میں مل ہی جاتے ہیں۔ اور بڑی شدت سے ملتے ہیں۔ چند اشعار مندرج ہیں:

بہ ہر موج نفس اک شور برپا دیکھتے رہنا
مری قسمت میں ہے خون تمنا دیکھتے رہنا

خدا یا کیا یہی لکھا ہے تو نے میری قسمت میں
دریدہ حال رہنا اور سپنا دیکھتے رہنا

مجھے تراش رہا ہے یہ کون برسوں سے
مرا وجود مکمل نہیں ہوا اب تک

میز پر ننھا سا اک کاغذ کا ٹکڑا چھوڑ کر
زندگی کی ہر خوشی وہ ناگہانی لے گیا

کب آسمان کا پھٹتا ہے دل یہ دیکھنا ہے
بدل رہی ہیں مری سسکیاں کراہوں میں

ان اشعار میں تمنا کا خون ہونا، دریدہ حال رہنا، وجود کی ناتکمیلیت کا

احساس، کسی کا اچانک ساری خوشیاں لے اڑنا، سسکیوں کو کراہوں میں تبدیل ہوتے دیکھنا شاعر کجس پیکر کو برآمد کرتا ہے وہ ایک محروم اور غم زدہ شخص کا پیکر ہے۔ یہ کیفیت کیوں کر پیدا ہوئی اس پہ بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ پہلے خود شاعر کی زبانی نثر میں سنتے ہیں پھر ان کی شاعری میں تلاش کریں گے۔ نایاب 'اپنی بات' میں اپنی شاعری کے آغاز و محرکات کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

"میں بچپن سے حساس طبیعت واقع ہوا تھا۔ ذرا سی بات دل میں نشتر کی طرح چبھ جاتی تھی اور اس پر گھنٹوں غور کیا کرتا کہ کیا واقعی میں ایسا ہوں۔ یہ سلسلہ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ دوران تعلیم بھی مجھے اس بات کا احساس رہا کہ میری ذرا سی غلطی پر مجھے زیادہ سزا ملتی اور میرے ساتھیوں کو کم۔ حلقہ احباب میں بھی میرے ساتھ یہی ہوتا رہا۔حتی کہ اپنے گھر میں بھی دوسروں کی غلطی پر مورد الزام مجھے ہی ٹھہرایا جاتا۔ سن شعور کو پہنچتے ہی میں نے محسوس کیا کہ یہ دنیا ویسی نہیں ہے جیسی باہر سے دکھائی دیتی ہے بلکہ یہ مکر و فریب میں ڈوبی ہوئی ہے۔ یہاں کم زوروں کے ساتھ جبر و استحصال، مجبوروں کے ساتھ ناانصافی کا ایک لامتناہی سلسلہ چل رہا ہے اور میں چاہ کر بھی کچھ نہیں کرسکتا۔ ان کے حق کے لیے آواز اٹھانا گویا اپنے سماج سے دشمنی مول لینے کے مترادف تھا مگر اندر ہی اندر گھٹن میرے ضمیر کو جھنجھوڑتی رہی، ایک شعلہ سا بھڑکتا رہا، غصہ پکتا رہا، اور یہ شاعری کی شکل میں ڈھل کر لاوے کی طرح کب باہر نکلنے لگا مجھے پتا ہی نہیں چلا۔"

اس بیان میں محرومی، ناانصافی اور فریب کا تعلق خود شاعر کی ذات سے بھی ہے اور دوسرے کم زوروں اور مجبوروں سے بھی۔ اس لیے ان کی شاعری کو انکشاف ذات کے ساتھ کائنات سے بھی منسلک کیا جاسکتا ہے۔ یعنی نایاب کی شاعری اس محرومی، مایوسی، رنجیدگی، ناانصافی اور جبر کا منظر نامہ پیش کرتی ہے جو اس کی اپنی ذات کے ساتھ اور اس کی جیسی شخصیات سے روا رکھی گئی۔ پھر یہ کہ اس کے پاس شعری وسیلے کے علاوہ کوئی دوسرا وسیلہ موجود نہیں کہ وہ دل کی بات کہہ سکے اور اس منظر نامے کو بدل سکے۔ اس لئے وہ اپنی ذات اور اس سے متعلق افراد و اشیا سے الجھتا رہتا ہے۔ اسی الجھن کا نتیجہ درج ذیل اشعار ہیں:

اپنے حصار ذات میں الجھا ہوا ہوں میں
یعنی کہ کائنات میں الجھا ہوا ہوں میں

قابو میں آج دل نہیں کیا ہوگیا مجھے
پھر آج خواہشات میں الجھا ہوا ہوں میں

جیسے کہ ہونے والی ہے انہونی پھر کوئی
ہر پل توہمات میں الجھا ہوا ہوں میں

کچھ اپنا فرض، پیار ترا، فکر روزگار
کتنی ہی واردات میں الجھا ہوا ہوں میں

فرصت کہاں بناؤں مراسم نئے نئے
پچھلے تعلقات میں الجھا ہوا ہوں میں

ان کی شاعری میں ان عوامل کا ذکر بار بار ہوا جن کی وجہ سے نایاب کی شخصیت میں ایک قسم کی شدت، تاسف، دردانگیزی، یاس و حزن اور محرومی در آئی ہے۔ انسانی رشتوں کا کھوکھلا پن، خودغرضانہ روابط، ریاضیاتی جمع و تفریق پر مبنی تعلقات، دھوکا، فریب، جھوٹ، خود بینی، خودنمائی، بے وفائی، قدرناشناسی وغیرہ ایسے عوامل ہیں جن سے شاعر دوچار ہوکر بارود اگلنے کی بات کرتا ہے۔

یہ کس نے بھر دیا بارود میرے لہجے میں
کہ بات بات پہ شعلے اگل رہا ہوں میں

تم اپنا انداز تکلم بدلو تو پیش آؤں گا میں بھی پھر اچھائی سے (حقارت آمیز لہجہ)

کسی کے جھوٹ کو سچ کی سند میں کیسے دوں میں حق پرست ہوں میرا ضمیر زندہ ہے (جھوٹ)

یوں لگ رہا ہے مل کر کم ظرف دوستوں سے لوٹا ہوں آج جیسے کوئی گناہ کر کے (دوستوں کی بے وفائی)

میں اگر روٹھ بھی جاؤں کسی سے اب نایاب بے غرض کون بھلا مجھ کو منانے آنے (خودغرضی)

وہ ہے بین السطور میں نایاب حیثیت اپنی حاشیائی ہے (قدرناشناسی)

انھی بنیادی عوامل کی بنا پر نایاب کی شاعری میں ایک طرح کی اداس فضا قائم ہوتی ہے۔شکست وریخت، حاشیے پر دھکیلے جانے کا احساس، قدرناشناسی نایاب کی شخصیت میں ایسے سوالات جنم دیتے ہیں کہ کیا اس کا اس کا وجود بے معنی ہے؟ اس وجودی کرب سے جوجھتے ہوئے وہ خود اپنے پیکر خاکی سے غیر مطمئن نظر آتا ہے۔اوراس کی دوبارہ تشکیل وتعمیر کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ اور بار بار کرتا ہے۔

اپنے وجود سے نہیں میں مطمئن ابھی
ہر لمحہ مانجھتا ہوں میں اپنے وجود کو
مجھے تراش رہا ہے یہ کون برسوں سے
مرا وجود مکمل نہیں ہوا اب تک
ابھی نقوش نمایاں نہیں ہوئے ہیں مرے
تراش کر مجھے بار دگر بنایا جائے

جہانگیر نایاب کے مجوعہ کلام (ہوا کے خلاف) کی اشاعت سے قبل ان کی چند غزلوں کو پیش نظر رکھ کر میں نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا تھا:

کہکشاں چاند ستارے کی طلب کس کو ہے
چاہیے بس مرے حصے کا اجالا مجھ کو

ایک خوددار، کفایت شعار اور حق شناس شاعر کا چہرہ اس شعر میں نظر آتا ہے۔ جہانگیر نایاب کی شاعری اظہار ذات کی شاعری ہے۔ان کی شاعری ان کے ذات کی تصویر، تفسیر اور تنقید ہے۔تنقید طنز کے روپ میں ابھری ہے۔ان کی شاعری میں طنز زیریں لہر کے طور پر جاری ہے۔ وہ اپنے ماحول سے مضطرب ہوکر بسا اوقات اپنی ذات کو نشانہ بنالیتے ہیں۔ یہ شعر بھی دیکھیں:

اتنی آسانی سے خود پر بھی نہیں کھلتا میں
آپ نے جتنی سہولت سے کھنگالا مجھ کو

درج بالا شعر میں بہ ظاہر شاعر کے مخاطب کی تعریف نظر آتی ہے کہ صاحب ماشاء اللہ آپ نے مجھے بڑی آسانی سے اچھی طرح جان لیا۔اتنی آسانی سے تو میں خود کو بھی نہیں جان پاتا۔یعنی بہ ظاہر شاعر اپنے مخاطب کی علمی اور مشاہداتی صلاحیت کا کھلا اقرار کرتا ہے۔لیکن اس شعر کو طنز کے لہجے میں پڑھیں۔ تو معنی کی وسعت ہم پر کھلتی ہے۔نایاب کی غزلوں میں مجھ، میں، میرا، مجھے، مجھ کو، میری، میرے جیسے الفاظ بار بار آتے ہیں۔ اسی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ان کی شاعری کا کیا رجحان ہے۔ان کے مجموعہ کلام کا عنوان "ہوا کے خلاف" بھی ان کے رجحان کا پتہ دیتا ہے۔

"جہانگیر نایاب کی شاعری کا نفسیاتی تجزیہ کیا جانا چاہئے۔ان کی شاعری میں جذبے کی فراوانی میں شدت ہے۔وہ ہجر کی شکایت بھی شدت سے کرتے ہیں اور وصل کا لطف بھی شدت سے کشید کرنا چاہتے ہیں۔ نایاب کی شاعری ان کے اندرون کی ایسی آواز ہے جسے کبھی دبایا گیا، کبھی نظرانداز کیا گیا اور کبھی فریب دیا گیا۔لیکن ان کے مجموعے کے مطالعے سے یہ اندازہ صاف طور سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے خیالات بتدریج ارتقا پذیر ہیں۔عمر کی مسافت جوں جوں لمبی ہوتی جاتی ہے تجربوں میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ زندگی کا تجربہ ہمارے خیالات میں تبدیلی کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔

ان کے مجموعہ کلام میں بانی سے اپنی نسبت کے اظہار کا یہ شعر نایاب کی شاعری پر بانی کے اثر کا بھی پتہ دیتے ہیں۔

کھل رہا ہو جیسے مجھ پر آج "حرف معتبر"
کہہ رہا ہو جیسے سرگوشی میں کچھ بانی مجھے

راجیندر منچندا بانی کو جدید اردو غزل کی پرقوت آواز کہا جاتا ہے۔گمان غالب ہے کہ بانی کا شعری مجموعہ 'حرف معتبر' نایاب کے مطالعے میں رہا ہوگا۔ کیا بانی کے اثرات نایاب کی شاعری میں تلاش کرنا بے سود ہوگا؟ بانی کے چند مشہور اشعار دیکھتے ہیں: نایاب کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ نایاب کی شاعری پر بانی کے اثرات صاف محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ اس میں نہ کوئی عیب کی بات ہے اور نہ ہی فخر کی۔ یہ طریق کار اس ذہنی کیفیت، جغرافیائی حالات اور مخلوق کی آگہی کی بنا پر وجود پذیر ہوسکتے ہیں جو دو تخلیق کاروں کو ایک دوسرے سے قریب کردیں۔ایک شاعر کو اپنے بزرگ شاعر کی بات اچانک سمجھ میں آنے لگتی ہے اور اس کی سرگوشی سنائی دیتی ہے۔ایک کی سرگوشی دوسرے کی زبان سے دہرائی جاتی ہے۔ یہ فطری عمل ہے۔اب دیکھتے

ہیں نایاب کے چند اشعار بانی کے اشعار کے ساتھ:

اے دوست میں خاموش کسی ڈر سے نہیں تھا
قائل ہی تری بات کا اندر سے نہیں تھا (بانی)
مجھے اظہار کی عادت نہیں تھی
مگر احساس سے عاری نہیں تھا
مری خموشی کو ہر گز نہ بزدلی سمجھو
پس سکوت کوئی چال چل رہا ہوں
اوس سے پیاس کہاں بجھتی ہے
موسلا دھار برس میری جان (بانی)
برس کچھ اور مری جان ٹوٹ کر مجھ پر
یہ خطہ جسم کا جل تھل نہیں ہوا اب تک
بانی ذرا سنبھل کے محبت کا موڑ کاٹ
اک حادثہ بھی تاک میں ہوگا یہیں کہیں (بانی)
ہم کبھی تنہا نہیں ہوتے سفر میں
ساتھ چلتا ہے ہمارے حادثہ بھی
کہہ رہا ہے سکوت دریا کا
ہے مری تاک میں بھنور کوئی
حادثہ کوئی اس میں درج نہیں
کیا نئے سال کا کلنڈر ہے کوئی
بھی گھر میں سمجھتا نہ تھا مرے دکھ سکھ ایک اجنبی کی
طرح میں خود اپنے گھر میں تھا (بانی)
اطراف میرے کھینچا گیا خوف کا حصار
ڈھیتے ہوئے مکان میں رکھا گیا مجھے
حاشیے پر مجھے رکھا ہے اگر دنیا نے
میں نایاب زمانے سے کنارہ کر لوں؟

مذکورہ گفتگو سے یہ اندازہ ہو گیا ہوگا کہ نایاب کی شاعری میں کسی قسم کی فلسفیانہ موشگافیوں کو جگہ نہیں دی گئی ہے۔ ان کی شاعری واردات قلبی کی ترجمان ہے۔ مجموعے میں شامل ڈاکٹر خالد مبشر کے مضمون کے ایک پیراگراف کا خلاصہ یہ ہے کہ نایاب کا اصل جوہر ان کی کھردری حقیقت پسندی، ٹھیٹھ انسانی صورت حال اور غیر ہوس پرستانہ میلان طبع کے شعری اظہاریوں میں کھلتا ہے۔ نایاب کی شاعری مبالغہ آمیزی، فنتاسی، خواب پروری سے دور رومان مخالف تصور پر مبنی ہے۔

نایاب کی بیشتر غزلیں دس سے زاید اشعار پر مبنی ہیں۔ یعنی انھیں عجز کلام کا مسئلہ درپیش نہیں ہے۔ انھوں نے غزل مسلسل جیسی غزلیں بھی کہی ہیں اور چھوٹی بحر میں غزلیں کہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ زبان و بیان میں صناعی نہیں ہے۔ سیدھی سادی اور کھردری حقیقت بیانی۔ ارشد جمال حشمی اسے راست بیانیہ کہتے ہیں۔ چنانچہ مجموعے میں شامل مضمون میں انھوں نے نایاب کی شاعری کی زبان و بیان کا جائزہ لیتے ہوئے درست لکھا ہے:

"جہانگیر نایاب کا عمومی پیرایہ اظہار راست بیانیہ کا ہے۔ وہ اپنی فکر کو رمز و ایمائیت کے دبیز پردے میں ملفوف نہیں کرتے۔ وہ دور از کار تشبیہات و استعارات سے اجتناب کرتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ وہ تشبیہات و استعارات کا استعمال نہیں کرتے۔ لیکن چونکہ وہ عموماً مروجہ استعارات کو ہی اپنے استعمال میں لاتے ہیں جو قاری کے ذہن میں اپنا مفہوم پہلے مستحکم کر چکے ہوتے ہیں اس لیے استعارے کا پردہ قاری اور شعر کے بیچ میں حائل نہیں ہوتا۔"

لیکن زبان و بیان کو مزید تراشنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ جس قسم کے مضامین نایاب نے اپنی شاعری میں پیش کیے ہیں اگر انھیں مزید خوب صورت بنا کر کہیں تو اثر مزید گہرا ہوگا۔ اور اس کی امید کی جاتی ہے نایاب اپنے دوسرے مجموعے میں اپنے رنگ کو مزید نکھاریں گے۔ ان کی شاعرانہ صلاحیت مستحکم و توانا ہے۔ اواخر کی غزلوں کے اشعار میں روانی زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ لہجے کی شدت کم ہوتی جاتی ہے۔ مٹھاس گھلتی جاتی ہے۔ یعنی ان کی شاعری ارتقا پذیر ہے اور مستقبل میں حاشیے سے اٹھ کر بین السطور میں آنے کی قوی امید ہے۔

☆☆☆☆☆

مرغی، انڈا اور شیف

احسان قاسمی پورنیہ بہار
رابطہ نمبر:9304397482

مرغی تخلیق کار ہے، انڈا اس کی تخلیق۔لیکن جب ایک شیف انڈے کا آملیٹ، پوچ، کیک یا پڈنگ بنا کر پیش کرتا ہے تو ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے تمام افراد محض شیف کی صلاحیت کی تعریف کرتے ہیں، مرغی اور انڈے کو کوئی یاد بھی نہیں کرتا۔بعض اوقات تو شیف زیادہ سے زیادہ تعریف حاصل کرنے کے چکر میں انڈے دینے والی مرغی کو ہی ذبح کر ڈالتا ہے۔

اپنے ملک میں اردو کے تخلیق کار اور ان کی تخلیقات کی حالت کچھ ایسی ہی ہے۔آپ مذکورہ مثال میں مرغی کو تخلیق کار، انڈے کو تخلیق، ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے افراد کو یونیورسٹی انتظامیہ اور شیف کو ناقد و محقق یا ریسرچ اسکالر سمجھ سکتے ہیں۔

ادب میں تنقید و تحقیق کے لئے تخلیقات کا ہونا لازمی ہے۔جب بیج نہیں ہوں گے تو پیڑ اور پھل کہاں سے ہوں گے؟ میر، غالب، اقبال، پریم چند، منٹو، بیدی، کرشن چندر وغیرہ نے ہزاروں لاکھوں کو ڈاکٹریٹ کی سند دلوا دی، لیکن آج مرزا غالب اگر دوبارہ پیدا ہو جائیں تو کسی یونیورسٹی میں پروفیسری کا عہدہ ملنا تو کجا، سیمینار تک میں انھیں مدعو نہ کیا جائے خواہ وہ سیمینار غالب کی تخلیقی صلاحیتوں کے اعتراف میں ہی کیوں نہ منعقد کیا گیا ہو۔

ایک مضحکہ خیز مثال:

فرض کیجئے ایک ایسوسیٹ پروفیسر ہیں، کئی شہرت یافتہ ناولوں کے خالق ۔ناولوں پر قومی اور بین الاقوامی سطح کے ایوارڈز حاصل کر چکے ہیں۔جب ان کے پروموشن کی بات آئے گی انھیں ان تخلیقات کے عوض میں کوئی نمبر/پوائنٹ/weightage حاصل ہونے والا نہیں۔ہاں! اگر وہ احسان قاسمی جیسے تیسرے درجے کے کسی افسانہ نگار یا شاعر پر دو چار مضامین لکھ کر یو جی سی کیئر لسٹڈ جرنلز میں شائع کروا دیں تو انھیں نمبر ضرور مل جائیں گے۔

یہی نہیں، انھیں اپنے انعام یافتہ ناول پر بھلے ہی نمبر حاصل نہ ہوں لیکن اسی ناول پر ان کے شاگرد رشید اسسٹنٹ پروفیسر اگر تنقیدی/تحقیقی مضمون قلمبند کریں تو انھیں نمبر حاصل ہونے میں کوئی دشواری پیش نہیں آنے والی۔

یہی وجہ ہے کہ آج UGC carelisted journals کا دھندا خوب پھل پھول رہا ہے۔ان کے ذریعہ ریسرچ اسکالرز کا ذہنی، فکری اور معاشی استحصال دھڑلے سے کیا جا رہا ہے لیکن اس کے خلاف یونیورسٹی کے ارباب اقتدار چوں تک نہیں بولتے۔

صاف ظاہر ہے کہ یونیورسٹیوں میں ایک ایسا نظام قائم ہے جو غیر قدرتی، غیر انسانی اور کلی طور پر بانجھ ہے جو تخلیقیت کی دشمن اور پرانی لکیر پیٹنے والی ہے۔

یہ حال صرف یونیورسٹیوں کا ہی نہیں ہے بلکہ اردو اکادمیوں اور اردو زبان و ادب سے منسلک دیگر اداروں کا بھی ہے۔ایک مثال پیش کر رہا ہوں۔وجہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔Logic یا دلیل کے وضاحت کی ذمہ داری آپ پر ڈالتا ہوں۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی میں تھوک کتاب خرید (bulk purchase of books) کی ایک اسکیم ہے۔ اس کے تحت تخلیقی کتب کی خریداری تیس ہزار روپیوں تک کی منظور کی جا سکتی ہے جبکہ تنقیدی/تحقیقی کتب کی خرید پینتالیس ہزار روپیوں تک کی جا سکتی ہے ۔ مان لیجئے رفیع حیدر انجم کے افسانوی مجموعے کی کاپیاں کاؤنسل کے ذریعہ اس اسکیم کے تحت اٹھائیس ہزار روپیوں تک کی خرید کی جاتی ہیں۔ڈاکٹر نعمان قیصر نے رفیع حیدر انجم کے اُسی افسانوی مجموعہ پر ایک تنقیدی/تحقیقی مقالہ کتابی صورت میں کاؤنسل میں جمع کیا اور کاؤنسل نے ان سے بیالیس ہزار روپے مالیت کی کتابیں خریدیں۔یہ کسی تخلیقکار کی عزت افزائی ہے یا؟؟

ماہرین نفسیات اور ماہرین تعلیم اس بات پر متفق ہیں کہ بچوں کی قدرتی صلاحیتوں کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ہر بچہ ڈاکٹر اور انجینئر نہیں بن سکتا۔ معاشرے کو آرٹسٹ، گلوکار، اسپورٹس مین، شاعر، افسانہ نگار اور ناول نگار وغیرہ کی بھی ضرورت ہے۔کیا ضروری ہے کہ اردو کے ہر طالب علم کو ناقد اور محقق بننے پر مجبور کیا جائے ؟ جب ہمارا نظام اس قدر چوپٹ ہے کہ زبان و ادب کی جڑ یعنی تخلیقیت کو ہی جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے ہے، ہم کس منہ سے جے سی بی، بکر پرائز، پلٹزر پرائز، نوبیل پرائز یا دیگر پرائزوں کی جانب دیکھ سکتے ہیں؟ آپ سلامت رہیں، فکر زندہ اور آواز بلند رکھیں۔

☆☆☆☆☆

قدیم اُردوشاعری کانیااستعارہ
انورایرج

ڈاکٹرقسیم اختر
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبۂ اردو، ڈی ایس کالج، کٹیہار
موبائل:9470120116
qaseemakhtar786@gmail.com

اردو شاعری اور اردو شاعروں کے بالعموم دو طبقے ہیں اول :وہ طبقہ جو مشاعروں، سطحی رسائل و جرائد، اخبارات اور سوشل میڈیا پر نظر آتا ہے۔ دوم: وہ طبقہ ہے جو خاص نشستوں، مہتم بالشان مواقع اور نامور رسائل و جرائد میں کسی یادگار اور زندہ باد تحریر/تخلیق کے ساتھ نظر آتے ہیں، پروفیسر انور ایرج، اسی طبقے سے تعلق رکھنے والے شاعر ہیں جنھیں ہم مابعد جدید دور میں اردو شاعری کا نیا استعارہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا، اس دعوے کی دلیل ان کی شاعری ہے۔ اس کا اہم سبب یہ ہے کہ موصوف پروفیسر نے تحقیقی مقالہ ترقی پسند شاعری کے اہم آئیکن، اچھے اور بڑے فن کار کیفی اعظمی کی شاعری پر لکھا ہے تو پھر کیوں نہ ان کی اپنی شاعری میں وہ اثرات در آتے کہ وہ نئے دور میں یعنی مابعد جدیدیت کے عہد میں بھی ترقی پسند اور قدیم شاعری کا نیا استعارہ بن جاتے۔ ان کی اس شاعری کی بنت اور ہیئت میں ان کے وہ چھ سال بہت کارفرما رہے ہیں، جن کے بارے میں وہ خود اس طرح لکھتے ہیں:

’’1993 سے 1999 کے درمیان مجھ پر قیامتیں ٹوٹیں‘ میں بری طرح سے ٹوٹ کر بکھر چکا تھا۔ ان چھ سالوں کے درمیان میرا سب کچھ لٹ گیا تھا۔ کیوں کہ والد اور پھر والدہ کا سایہ ہی سر سے اٹھ چکا تھا‘ میں نے ان چھ سالوں کو اس طرح گزارا ہے‘ جیسے کسی بیمار کی رات گزرتی ہے۔ میں ادب کی دنیا سے بالکل کٹ چکا تھا ‘ایک ادبی رسالہ ’حصار‘ کے نام سے نکالا کرتا تھا‘ وہ بھی بند ہوگیا -- ایک جون، 1999 کو میری نوکری بہار ودھان پریشد کے اردو شعبہ میں ہوگئی۔ اس طرح میں خود کو حصارِ ذات سے کچھ باہر نکال لایا۔‘‘

(دارورسن (کیفی اعظمی کی شاعری) ص:8)

ان حالات کے بیان اور ان کے اندرون میں موجود کیفیت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پروفیسر انور ایرج ان برسوں میں کن حالات سے گزرے۔ کسی انسان کی زندگی میں رونما ہونے والے ایسے واقعات اس کی زندگی کا رُخ اور اس کی فکر کا زاویہ تبدیل کردیتے ہیں۔ اگر وہ شخص حساس اور ذمے دار ہے تو اس کے تمام امور، مطمحات نظر، اہداف، مقاصد، منزلیں اور نتیجہ خیز ارادے اسی سمت میں مڑجاتے ہیں اور اگر وہ شخص اب تک لااُبالی، غیر مقصدی، بے فکری، غیر مستقل اور الہڑپنے سے زندگی جی رہا ہے تو اس کی زندگی کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ اول الذکر شخص کی ایک اور قسم ہوتی ہے؛ اگر وہ فن کار، قلم کار، تخلیق کار یا فنون لطیفہ کا دلدادہ ہے تو اس کے عرض ہنر میں ان حالات و واقعات کا اثر صاف نظر آنے لگتا ہے۔ پروفیسر انور ایرج کی شاعری بلاشبہ ان اثرات کی غماز ہے۔ یہ رنگ کہیں کہیں تو گھنا ہوگیا ہے اور کہیں کہیں یہ رنگ بکھر سے گئے ہیں۔ جب ہم ان کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں یہ تمام رنگ، ان کی گہرائی اور اجلاپن اور عکس نظر آتے ہیں۔

اس طرح کے حالات سے گزرنے کے بعد برسرِ روزگار ہوجانے اور خوش حالی کے دن آجانے کے بعد کی زندگی کے متعلق کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ جب زندگی کے سارے دکھ درد دور ہوگئے اور مسئلے حل ہوگئے تو اب کاہے کا رونا اور کیسی قنوطیت؟ تو اس معترض کی خدمت میں عرض ہے کہ خواہ انسان تنگ حالات کے بعد کیسا ہی خوش حال ہوجائے، خواہ اس کی کایا ہی پلٹ جائے مگر یہ فطری بات ہے کہ پرانے دنوں کے زخم نہیں بھرتے اور پرانی کسک کسی نامعلوم خلش کی مانند آخری سانس تک مضطرب رکھتی ہے۔

بالخصوص فن کار کے لیے انھیں بھول پانا دشوار تر امر ہوتا ہے۔ وہ ایام رہ رہ کر اس کی زندگی کا چین و سکون سلب کرتے رہتے ہیں اور کسی پرانی چوٹ کی مانند وقت بے وقت اسے پریشاں کیے رہتے ہیں۔ مگر فن کار ان کا اظہار عام انداز کے بجائے فن کارانہ اور خلاقانہ انداز میں کرتا ہے، اس کا درد و کرب اور زندگی کے المیے، ماضی کی محرومیاں اور جدوجہد سب فن پاروں کا پیکر بن

جاتا ہے اور خود بھی ان کا بیان ادبی پیرائے اور اسلوب میں کرتا ہے۔ وہی اس کا کلام، وہی اس کی گفتگو اور بات چیت بن جاتی ہے ----- انور ایرج اسی کیفیت کا مظہر ہیں اور ان کی شاعری ان ہی حالات کا پیکر ہے:

عجیب شہر ہے یہ سائباں کہیں بھی نہیں
درخت چاروں طرف آشیاں کہیں بھی نہیں
الاؤ جسم کے اندر دہک رہا ہے مگر
حصار ذات سے باہر دھواں کہیں بھی نہیں

ان اشعار کو اگر تجسیم عطا کی جائے تو جو اِن کو ہیولہ بنے گا، وہ انور ایرج ہوگا۔

انور ایرج نے شعر اول کے مصرع ثانی میں کلاسیکی جدید شاعر محسن نقوی کے انداز میں ایک شکوہ کیا ہے۔ محسن نقوی کا شعر ہے:

یہ اونچے پیڑ کیسے ہیں
کبھی سایہ نہیں کرتے

یعنی کرّوبیاں بھی اپنے فرض سے غافل ہیں؟ اب یہ حقیقت ہے یا محض شاعر کا تخیل! یہ بات اس کے مشاہدے اور اس کی اندرونی کیفیات پر منحصر ہے۔ کیوں کہ وہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے کیا دیکھا اور کس زاویے سے دیکھا۔ اگر اس نے ان جمادات/مخلوقات کو منحرف دیکھا ہے تو اس میں قصور ان نامساعد اور غیر فطری حالات کا ہے جو اُس کے اوپر سے کسی موج خوں کی مانند گزرے ہیں یا اس کی ہنستی کھیلتی خوش حال زندگی میں در آئے، چنانچہ ان ہی حالات نے شاعر کو اس جرأت انکار و اعتراض تک پہنچا دیا کہ وہ کہہ اٹھا:

میں حقیقتوں کی دلیل ہوں، نہ خیال ہوں نہ گمان ہوں
میں علامتوں کی صدا نہیں، میں شکستہ دل کا بیان ہوں
جو عبارتیں تھیں نشان زد، وہ اسی طرح سے ہیں آج بھی
میں اسی سیاق وسباق میں، کسی حاشیے کا نشان ہوں

انسان جب حصار ذات میں رہ کر کئی ایسے تجربے کر لیتا ہے جو عمومی نہیں ہوتے، بس ناگفتہ بہ حالات کی دَین ہوتے ہیں، تو پھر اس کی عالم بے زاری، حقیقت پر فریب کا گماں، دن پر اندھیرے کا دھوکہ، ہنسی میں غم کا ادراک، ہنر اور عرض میں غرض کا شائبہ، باتوں میں ملمع سازی کی بو، خموشی میں شور، سوچ وفکر پر پابندی و اطاعت کا شک، خوشی میں رنج کا احساس وغیرہ یہ متضاد چیزیں اور عناصر کسی کارواں کی مانند اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگتے ہیں، بعد ازاں وہ اس قدر چوکنا ہو جاتا ہے کہ کوئی پتا بھی کھڑکے، معمولی سی ہوا چلے، آہٹ سی کوئی آئے، چاپوں کی آواز آئے یا خود اس کی ہی تیز سانسیں چلنے لگیں، وہ کسی مشین کی مانند فعال اور ہوشیار ہو جاتا ہے۔ یہ عمل گناہ بھی نہیں بلکہ عین ثواب ہے؛ کیوں کہ اس کے بعد انسان کسی انہونی یا کم سے کم آفت سے بچ جاتا ہے اور اگر وہ کیفیت اس کے لیے مفید ہے تو وہ اس سے بہرہ ور ہوتا ہے:

اب اپنے گھر کی خموشی عجیب لگتی ہے
چلو یہاں سے چلیں، خود کو دربدر کرلیں
ہمیں تو ٹوٹ کے آخر یوں ہی بکھرنا تھا
یہ مرحلہ بھی چلو آج چل کے سر کرلیں
بس اک دھند ہے جائیں تو کس طرف جائیں
کہاں پہ شام کریں، کس جگہ سحر کرلیں

☆☆☆☆☆

سبز لمحوں کے مقدر میں اندھیرا اللہ
اندھی آنکھوں میں کہاں شام سویرا اللہ
چل کہیں اور چلیں دھند کی سرحد سے پرے
ہر طرف اب یہاں آسیب کا گھیرا اللہ

یعنی بقول غالب:

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسدؔ
عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

ہستی، جو کہ ازلی حقیقت ہے وہ بھی فریب دہ ہے، امروز اس کا مظاہرہ بہ کثرت، جا بہ جا، کبھی بھی اور کہیں بھی ممکن ہے۔ غالب کے عہد میں یہ صرف ایک تخیل اور تصور تھی، ہمارے عہد میں وہ یعنی ہستی حقیقت بن گئی۔ ہستی نیستی

بن گئی اور نیستی ہستی بننے کا دعوا کرتی ہے۔

یہی وجہ کہ اس دام خیال سے کیا انسان، کیا قمری، کیا چوپائے اور کیا کوئی اور، سب کو ہی گلوخلاصی حاصل کرنی چاہیے۔ اگر نہیں تو پھر اس رمز سے آگاہی ہونی چاہیے جس حلقۂ دام خیال کے دائروں میں مخفی ہے۔ پہلی صورت میں انسان سابقہ صدیوں کی مانند آئندہ صدیوں تک بھی یوں ہی سرگرداں رہے گا اور دوسری صورت میں وہ خدا کا رازداں بن کر قدرت کی صنعتوں میں عکس خدا دیکھے گا۔

مذکورہ بالا مثالوں میں دو طرح کی کیفیات پائی جاتی ہیں، اول: عمومی بیان۔ دوم: عالم اضطرار یا بے خودی میں اللہ سے شکوہ یا التجا۔ شاعر کی اللہ سے التجا یا شکوہ، سالک و عابد کی دعا کے مساوی ہوتا ہے۔ یہ ذات خداوندی اور اس کی علویت پر حرف کنی نہیں ہے بلکہ بندے کا اپنے مالک اور خالق سے اسی تعلق کی بنیاد پر مطالبہ یا مدعا ہوتا ہے۔

انور ایرج کی حالات حاضرہ، سیاست کی کج روی، فرقہ واریت، بین المذاہب، مسالک، ہمہ اقسام کے فسادات، اسی طرح ان کے اسباب اور ان کے پس پردہ محرک طاقتوں کی کارستانیوں پر بھی نظر ہے اس طرح وہ ادب اور سماج، ادب اور حالات حاضرہ، شاعری اور اس کا انسانوں سے علاقہ، حقیقی صورت حال اور فسانہ نما شاعری کے ذریعے آگاہ ہیں۔ نہ صرف آگاہ ہیں بلکہ ان پر حالات کا مناسب حل تلاش کرنے اور ان کے اصل مجرمین تک پہنچنے کی راہ بھی وہ سوجھاتے ہیں:

خون خرابا کون کراتا، ہم بھی سوچیں، تم بھی سوچو!
شہر میں دنگا کون کراتا، ہم بھی سوچیں تم بھی سوچو!
گندی سیاست کرنے والے آگ لگا کر چل دیتے ہیں
گاؤں، شہر یہ کون جلاتا، ہم بھی سوچیں، تم بھی سوچو!

یا

ملک دشمن سے مجھے پیار نہیں ہو سکتا
کوئی غدار مرا یار نہیں ہو سکتا
جنگ آزادی میں انگریز کے تلوے چاٹے
وہ تو گاندھی کا طرف دار نہیں ہو سکتا

چڑھے تھے گر بلندی پر اترنا سیکھ لینا تھا
ہمیں گرنے سے پہلے ہی سنبھلنا سیکھ لینا تھا
بہت منھ زور طوفاں سے تمھارا سامنا ہوگا
ہوا کی زد میں رہنا ہے تو چلنا سیکھ لینا تھا

یہ نظم نما غزل ہندوستان کی موجودہ سیاست اور حکومت ہر دو کی نفرت خیز کارکردگی اور پالیسی پر قدغن ہے۔ اس میں کچھ الفاظ بھی ایسے مستعمل ہیں جن کی حقیقت آج کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ گزشتہ اور حالیہ دنوں جس طرح کی صورت حال ملک بھر میں برپا کی گئی اور ملک عزیز کے کمزور طبقے کے خلاف جس طرح کی محاذ آرائی ہوئی ہے، اس کا عکس اس غزل میں صاف نظر آتا ہے۔

میر تقی میر کے متعلق ہم سنتے آئے ہیں، بارہا پڑھا ہے اور بزرگوں سے سنا ہے؛ ان کی زندگی میں غموں کا ایک نامختتم سلسلہ تھا جو لکھنؤ پہنچ کر بھی باقی رہا، ہاں! اتنا ضرور ہوا کہ وہاں کی خوش حال اور پرسکون زندگی میں اس کے نالے اور نوحے پست آواز تو ہو گئے، مگر ختم نہ ہو سکے۔ جب ان باتوں پر غور کیا تو فکری تار یہاں آکر پہنچے کہ اگر یہ غم میر کی زندگی میں نہ ہوتے تو شاید وہ اتنے بڑے شاعر یا خدائے سخن نہ ہوتے، اگر ان کے شعر شورانگیز نہ ہوتے تو اردو شاعری میں ان کا کوئی مقام نہ ہوتا جیسا کہ ان کے کتنے ہی معاصرین لکھنوی پرتعیش زندگی میں ڈوبے ہوئے شاعر آج گم نام ہیں، جن کا ذکر تک اردو شاعری کی تاریخ میں نہیں، جن کی نسبتیں ان ہی مانند ناپید ہیں۔ میر تقی میر کی یہی ادا پروفیسر انور ایرج نے اپنائی چنانچہ ان کے اشعار میں شورانگیزی مابعد جدید دور میں میر کی یاد دلا دیتی ہے:

مری آنکھوں میں غم کا گوشوارہ کون دیکھے گا
منافع چھوڑ کر اپنا خسارہ کون دیکھے گا
زمانہ دیکھتا ہے بس چمکتے چاند سورج کو

فلک سے ٹوٹ کے گرتا ستارہ کون دیکھے گا
چلو اب دور شہروں سے کہیں جنگل میں رہ لیں گے
یہاں بچوں کے جلنے کا نظارہ کون دیکھے گا

آخری شعر، گجرات کی بیسٹ بیکری میں زندہ بچوں کو جھونک دینے کے روح سوز منظر کے پس منظر میں ہے۔ علاوہ ازیں گزشتہ دو تین برسوں میں بچوں کی آتش سوزی یا منظم طور پر انھیں کسی گھر میں قید کر کے جلا دینے کے واقعات کا عکاس بھی ہے۔ یقیناً ایسے نظارے کون دیکھ سکتا ہے، صرف وہی جو بے ضمیر ہو اور اس نے اپنی انسانیت ختم کر لی ہو، باضمیر کے اور انسانی ہمدردی کے خوگر سے تو ایسے مناظر کسی طور نہ دیکھے جائیں گے، چہ جائیکہ وہ شاعر بھی ہو اور حساس شاعر! پروفیسر انور ایرج کے ان اشعار میں موجود احتجاج، شور خیزی، ولولہ اور حوصلۂ اظہار دیدنی ہے۔

جب پروفیسر انور ایرج نئی صدی اور مابعد جدیدیت کے ماحول میں جھانکتے ہیں تو انھیں کئی طرح کے الجھاوے، موشگافیاں، کج رویاں، حقیقت سے زیادہ مجاز یا مجاز پر حقیقت کی ملمع سازی، عجیب طرح کے رویے، فکشن اور ادبیات کے غیر منطقی، غیر معقول اور ناقابل فہم عنوانات، مشمولات، کردار، پلاٹ، پس منظر وغیرہ پریشان کر دیتے ہیں مگر چوں کہ وہ جینوئن ادیب ہیں تو اس ماحول میں بھی اپنی شناخت گم نہیں کرنا چاہتے، انھیں بے چہرگی کا ڈر ہے اور مین اسٹریم سے کٹ جانے کا خدشہ۔ چنانچہ ہر ہنر مند اور صاحب بصیرت و دانش ور کی مانند وہ ایسی صورت حال میں وہ نئی راہیں اور طریقے تلاش کر لینے اور پرانے طریقوں کو راہئ ملک عدم کر دینے کی تلقین کرتے ہیں۔ انھیں احساس ہے کہ نئے دور میں نئے اسباب اور طریقوں کے ذریعے ہی ادب اور اپنا وجود محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے وہ اس طرح کی شعوری کوشش کرتے ہیں:

اب فسانے کے ہی کردار بدلنے ہوں گے
وقت بدلا ہے تو اظہار بدلنے ہوں گے

یہ محض ایک شعر نہیں بلکہ مابعد جدیدیت کا نظریہ ہے۔ نیا زمانہ، نیا فسانہ، نئے کردار، نیا وقت نیا طریقۂ اظہار۔ اگر ادب پاروں کی تخلیق کے وقت ان تقاضوں کو پورا نہیں کیا گیا تو وہ نئے عہد کے ادب کی کسوٹی پر کھرا نہیں اترے گا اور اپنے مقصد تحریر میں کامیاب بھی نہ ہوگا۔ اسی طرح وہ کسی کہنہ سال کھنڈر کی بوسیدہ سی کہانی بن کر رہ جائے گا جس پر آج کی نسلیں اعتبار بھی نہ کریں گی۔

پروفیسر انور ایرج کی شاعری کا قصر اس طرح کے لعل و جواہر سے معمور ہے جس کا گنبد نئی فکر کے ایسے کنگوروں سے مزین ہے جن کی چمک، خورشید جہاں تاب کی کرنوں سے مقابل ہوتی ہے اور ذرات کو تابانی بخشتی ہے۔

☆☆☆☆☆

نوائے فن شاعری

اس کالم میں ایک مصرع طرح دیا جائے گا جس پر شعراء اپنے ذوق ومزاج کے مطابق طبع آزمائی کریں گے۔اس میں شعروسخن کا ذوق رکھنے والے اہل فن کی شرکت اہم ہوگی۔شعرانظم کی کسی بھی صنف پر طبع آزمائی کے مجاز ہوں گے۔حمد ونعت ،غزل وہزل، دوہا، قطعات ورعبایات، مرثیہ، مثنوی، تہنیت پر جتنے کلام آئیں گے،تنقید واصلاح ،نقدنظر،تبصرہ وجائزے کے مراحل سے گزارا جائے گا تاکہ یہ کالم مبتدی شعرااوراہل ذوق حضرات کے لئے افادہ واستفادہ کی سبیل بن سکے۔

طرحی مشاعرہ کے چندشرائط:

1۔تنقید وتبصرہ صرف ادارہ کے جاری مصرع طرح پر کہے گئے کلاموں پر ہی ہوگی۔

2۔طرحی مصرع پر کلام بھیجنے والے شعراء اپنے مختصر تعارف میں اپنے استاذ سخن کے نام کوضرور شامل کریں۔

3۔طرحی کلام بھیجنے والے نوٹ کرلیں کہ بحر وافاعیل کے نام کے ساتھ پورا کلام تقطیع کر کے ساتھ بھیجنا ضروری ہے صورت دیگر میں تنقید وتبصرہ نہیں ہوگا۔

4۔جنوری تا مارچ 2023 کے شمارے میں دیئے گئے طرح مصرع پر آنے والے کلاموں پر تنقید وتبصرہ جولائی تا ستمبر کے شمارے میں شامل کیا جائے گا۔

مصرع برائے طبع ازمائی

"تیری رحمت کے سمندر میں اتر جاؤں گا"

صاحب مصرع مشتاق نوری

قافیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اتر

ردیف۔۔۔۔۔۔جاؤں گا

نوٹ: وقت مکمل جنوری تا مارچ اس کے بعد آنے والے کلاموں کو ضائع کردیا جائے گا امید ہے کہ شعرائے کرام وقت کا خیال رکھیں گے۔ (ادارہ)